REGD NO P 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

بدر

ہفت روزہ

قادیان

ایڈیٹر

محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۳-۵۰ روپے
ممالک غیر
۷-۵۰ روپے
فی پرچہ ۱۲ نئے پیسے

جلد ۸ | ۲۲ اخاء ۱۳۳۸ ہش | ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ | ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء | نمبر ۴۳

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۹ اکتوبر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ

"حضرت اقدس کی صحت بفضلہ تعالیٰ بتدریج بہتر ہو رہی ہے۔ الحمد للہ ۔۔۔ دعائیں جاری رکھی جائیں"

احباب جماعت اپنے محبوب امام ہمام کی صحت کاملہ عاجلہ و درازیٔ عمر کیلئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ربوہ ۱۶ اکتوبر۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی لاہور میں قریباً دو ہفتہ قیام فرمانے کے بعد کل ربوہ واپس تشریف لے آئے! احباب حضرت ممدوح کی مکمل شفایابی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

ربوہ ۱۷ اکتوبر۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی طبیعت کئی دن سے نسبتاً ٹھیک ہی ہے مگر رات پھر دوبارہ دمہ (؟) درد کی تکلیف ہو گئی جس کے باعث بے چینی رہی۔ اللہ تعالیٰ جلد صحت یاب فرمائے آمین۔

قادیان ۱۹ اکتوبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال آج صبح سات بجے چند روز کیلئے پاکستان تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ خیریت سے رکھے اور بسلامت واپس دارالامان لائے۔ آمین۔

سیاست انقلاب کے موڑ پر

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب۔ انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

کارل مارکس اور ہندوستان

کارل مارکس جب دنیا کو اپنے "معاشی فلسفہ" سے روشناس کرا رہا تھا۔ اس وقت اسکی نظر بار بار ہندوستان پر پڑتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی سب سے اہم کتاب "داس کیپٹل" میں ہندوستان کا کم سے کم پچاس جگہ ذکر کیا ہے۔ اور مارکس و اینگلز کے خطوط میں اس سے بھی زیادہ بار ہندوستان کا ذکر آیا ہے (دیکھئے کارل مارکس اور ہندوستان از رجنی پامے دت)

مارکس جب اپنے معاشی فلسفہ کے باعث سرمایہ داروں کی بے مروتی کا شکار رہا۔ اور اسکی آمد کے تمام ذرائع مسدود ہو گئے تو اس وقت اس کے ایک ہم وطن۔ سچے دوست اور جرمنی کے سرمایہ دار یعنی اینگلز نے امریکہ کے ایک اخبار "نیویارک ٹریبیون" کو مارکس کے مقالات کا خریدار بنا دیا۔ اس کے مقالے کی قیمت تھی ایک پونڈ۔ مارکس ہر ہفتہ دو مضامین لکھتا۔ اور دو پونڈ میں اخبار مذکور کے ہاتھوں فروخت کر دیتا۔ اس نے اس اخبار کے ہاتھوں ۳۰ مضامین فروخت کئے۔ ان میں آٹھ مضامین ہندوستان کے متعلق تھے۔ یہ تمام مضامین ہندوستان کی حمایت اور انگریزوں کی مخالفت میں تھے۔

مارکس نے اپنی کتاب "کیپٹل" میں ہندوستان کے دیہی نظام کا ذکر بھی کیا ہے۔ اسی طرح اینگلز نے اپنی کتاب "خاندان" میں کئی جگہ ہندوستان کی قدیم معیشت کا حوالہ دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مارکس اور اینگلز دونوں کو ہند قدیم میں اشتراکیت کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ ان دونوں کتابوں میں ہندوستان کی پنچائت۔ مشترکہ کھیتی۔ پانی کے مشترکہ ذخیرے۔ مسافر خانے۔ پاٹھ شالا وغیرہ کے حوالے دے کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اشتراکیت معاشیات کا کوئی فلسفہ نہیں ہے۔ بلکہ انسان نے زندگی کا سفر اشتراکیت ہی کے سایہ میں شروع کیا تھا خصوصاً چین و ہندوستان نے

کمیونزم اور ہندوستان

اشتراکیت کیا ہے؟ اور مارکس کا معاشی فلسفہ کس حد تک قابل عمل ہے؟ اس پر تو لوگوں نے کم غور کیا۔ مگر سرمایہ داری کی ظالمانہ گرفت سے بچنے کے لئے ایشیا کو ایک پناہ گاہ کی تلاش ضرور تھی۔ ذہن و فکر اور اعضاء و عمل دونوں سرمایہ داروں کی بالادستی سے بیزار تھے۔

تو جس طرح ہم اسلام اور دوسرے مذاہب کی تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ سیاسی زوال کے بعد ان کے اکثر ارباب حل و عقد ترک دنیا۔ رہبانیت یا تصوف کی طرف مائل ہو گئے۔ اور اس روحانی نظام کا دائرہ سارے ملک میں وسیع کر دیا۔ اسی طرح وہ لوگ جن کا دل روحانی روشنی سے محروم تھا سیاسی زوال کے بعد "معاشی مسائل" میں منہمک ہو گئے۔ حکومت۔ جاگیرداری یا سرمایہ داری تو ان کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اب آخر اپنی شکست خوردہ طبیعت کو کس فکر میں لگاتے۔ تو انہیں اب سوچنے اور غور و فکر کرنے کے لئے ایک معاشی موضوع مل گیا۔ اور وہی ہے "اشتراکیت"۔ قاضی نذر الاسلام یا ایم این رائے جو ہندوستان میں کمیونزم کے اولین داعی تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے علاوہ مولانا عبید اللہ صاحب سندھی بھی جب افغانستان سے آزاد ہند حکومت کے منصوبہ میں ناکام ہو کر نکلے تو روس ہی گئے۔ اس وقت وہاں لینن کی رہنمائی میں اشتراکیت کا نفاذ ہو رہا تھا۔ غرض سیاسی اقتدار سے محروم ہونے کے بعد ہندوستان کے مادی مفکروں نے بھی اپنی طبیعت و فکر کے لئے ایک موضوع منتخب کیا۔ اور وہ ہے "اشتراکیت"۔ اور پھر یہ دیکھتے ہی دیکھتے سارے ہندوستان کا ایک "موضوع فکر" بن گیا۔ آج سے ۳۴ سال پہلے جن دنوں ہندوستان کی تحریک آزادی زوروں پر تھی۔ یہاں کمیونسٹ پارٹی کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس پارٹی کا اس وقت بھی وہی نصب العین تھا جو اب ہے۔ یعنی معاشی مسئلہ اور اس کو حل کرنے کے لئے طبقاتی جنگ۔ غریبوں کو امیروں سے اور مزدوروں کو مالکوں سے لڑا دینا اور ٹکرا دینا۔ حریت یا آزادی کا وہ نظریہ جسے کہ کانگریس یا دوسری پارٹیاں میدان عمل میں آئی تھیں۔ کمیونسٹ پارٹی اس سے سو فیصدی اتفاق نہیں کر سکتی تھی۔ اور اس کا ایک ظہور اس وقت ہوا جب دوسری جنگ عظیم کے دوران کانگریس نے تحریک آزادی کی رفتار تیز کی تو اس وقت ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی نے اس میں حصہ نہیں لیا۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس جنگ میں روس اور انگریز دونوں حلیف ہیں۔ انگریزوں کی شکست روس کی شکست کے مترادف ہوگی۔ لہذا اس وقت انگریزوں کی مدد کرنی چاہیئے تا وہ اپنے حریف یعنی جرمنی پر فتح پا سکے۔ ظاہر ہے کہ ہندوستانی نقطۂ نظر سے کمیونسٹ پارٹی کے اس طرز عمل میں ہندوستان کے مفاد پر روس کے مفاد کو ترجیح دی گئی تھی۔

مسٹر رندیو کا ٹیلیگرام

اس کے چند دنوں بعد اسی قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ جب [illegible] میں کمیونسٹ چین نے اپنا یوم آزادی منایا تو ہند کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر رندیو نے ماوزے تنگ کو مبارکباد کا ایک ٹیلیگرام بھیجا۔ جس میں یہ لکھا کہ "ہم آپ کو اس آزادی کے موقعہ پر مبارکباد دیتے ہیں اور اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہمارا ملک بھی آزاد ہوگا۔"

مسٹر رندیو کے اس ٹیلیگرام کا بار بار اخباروں میں ذکر آچکا ہے۔ اس ٹیلیگرام سے ہندوستانی مفکر یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوئے کہ کمیونسٹ پارٹی کے نزدیک آزادی کا کوئی "محدود تصور" ہے۔ چونکہ جن دنوں مسٹر رندیو بھارت کی آزادی کا انتظار فرما رہے تھے ان دنوں نہ صرف یہ کہ ہندوستان آزاد ہو چکا تھا بلکہ ہندوستان اپنا آئین بھی مرتب کر چکا تھا۔ جو اس کی مکمل آزادی کی ٹھوس دلیل ہے۔

آزادی کا مفہوم

یہ جن دنوں کی بات ہے کمیونسٹ پارٹی کو ملک میں اپنے نصب العین پر عمل کرکے کوئی ٹھوس نمونہ دکھانے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ ملک ان کی عملی پالیسی یا طرز عمل سے ناآشنا تھا۔ اس کے سامنے صرف روس اور چین کی حیرت انگیز کامیابی تھی۔ اسی سے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی تعمیری صلاحیت کا قیاس کیا جاتا تھا مگر ایک چیز جو کھل کر ملک کے سامنے آچکی تھی وہ یہ تھی کہ کمیونسٹ پارٹی کے نزدیک آزادی کا مفہوم ہوتا ہے ایک پارٹی کی حکومت اور ڈکٹیٹرشپ۔ اس عقیدہ کے مطابق دنیا کا وہی ملک آزاد کہلا سکتا ہے۔ جہاں کمیونسٹ پارٹی کا راج ہے۔ اس کے نزدیک عوامی جمہوریت کا مفہوم بھی یہی ہے۔ عوام یا جنتا جن کا کمیونسٹ پارٹی سے تعلق نہیں ان کا انتخاب آزاد یا جمہوری انتخاب نہیں کہلاتا۔ مسٹر رندیو نے اپنے ٹیلیگرام میں اسی نقطۂ نظر کا اظہار کیا تھا۔

اگرچہ یہ بات ارباب بصیرت کے نزدیک واضح ہو چکی تھی۔ مگر ملک کا مزدور، دہقان پڑھا لکھا طبقہ اس کے دور رس نتیجہ سے بے خبر تھا۔ ان کے نزدیک صرف کمیونسٹ پارٹی کے نمائشی اعمال۔ اور کاغذی دعوے تھے۔ مگر نہایت موزوں اور دلربا۔ جن کے نزدیک قومی بہبود کا تصور محدود ہے یعنی محض معاشی مسائل کا حل ہو جانا وہ ان سے بہت متاثر ہو گئے اور انہوں نے بھی سرخ جھنڈا لہرا کر دنیا کے رہائی کے لئے…

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

جوش کے بعد ہوش

یاد ہوگا ماہ جولائی میں جب میدان تحریک کے بانی اچاریہ ونوبا بھاوے اپنے پیدل دورہ پر جب بمقام سوپور (کشمیر) وارد ہوئے۔ تو جماعت اسلامی کشمیر کا ایک وفد موصوف کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اس موقعہ پر وفد نے جس قسم کے غیر اسلامی اخلاق کا نمونہ پیش کیا۔ اس کا تفصیلی جائزہ بدر کی گذشتہ اشاعتوں میں لیا جا چکا ہے۔ تاہم وفد کی طرف سے اخبار "دعوت دہلی" میں ملاقات کی جو تفصیلی رپورٹ شائع کی گئی تھی جس کی صحت کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ

"الفاظ کے لحاظ سے کمی بیشی کے فرق ہوتے ہوئے الفاظ اور ان میں فرق ہوگا مگر مطلب کے لحاظ سے سر مو فرق نہیں ہے" (دعوت ۲۸/۸/۵۹)

اس رپورٹ میں وفد کی ملاقات کے بارہ میں اخبار مذکور نے جن الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا وہ بھی تمام حلقوں میں قابل غور ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ونوبا جی نے اسی روز پانچ بجے شام اپنی تقریر میں کہا:-

"ملنے والوں میں کچھ لوگ ایسے آئے جنہوں نے بغیر کسی جھجک کے اپنے دل کی بات میرے سامنے رکھی۔ میں بہت خوش ہوا کہ انہوں نے بغیر کسی خوف اور ڈر کے اپنی بات کہہ دی۔ اگرچہ ان میں تیزی تھی دل میں جوش ہونا چاہیئے اور دماغ میں ہوش۔ اور دماغ میں جوش آگیا تو پھر بات خراب ہو جاتی ہے۔ پھر بھی میں بہت خوش ہوں"

(دعوت دہلی ۲۸/۸/۵۹)

اس قسم کے جوش کا اظہار کچھ کشمیری وفد ہی پر موقوف نہیں رہا بلکہ جماعت اسلامی ہند کے آرگن "دعوت دہلی" نے اس سلسلہ میں یکے بعد دیگرے دو تائیدی نوٹ لکھے۔ اور وفد کے موقف کی تائید کرتے ہوئے دوسری بار تو صاف لفظوں میں اس بات کا اظہار کیا کہ ونوبا جی کو آیات قرآنیہ کی تشریح و تفسیر کرنے کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ اور کہ یہ حق تو ہم خود اپنے لئے محفوظ کرنا چاہتے ہیں!! اور جب کبھی دان تحریک کے اخبار نے اس "مجلہ حقوق بحق جماعت اسلامی محفوظ" رکھے جانے کا نوٹس لیا تو اسی اخبار میں جماعت اسلامی کے ایک جوشیلے مضمون نگار کا دو قسطوں میں اسی قسم کا چست مضمون شائع ہوا۔ جس میں وفد کے جواب کو درست قرار دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور ہر چند کہ دیگر مختلف اخبارات میں جماعت اسلامی کے اس غیر اسلامی موقف کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا اور اسے تبلیغ اسلام کے لئے غیر مفید قرار دیتے ہوئے اس کا سخت نوٹس لیا گیا۔ تاہم جس جوش بلا ہوش کا اظہار کشمیری وفد نے ونوبا جی کے سامنے کیا اس کا مظاہرہ جماعت کے آرگن اور دیگر اراکین نے بھی کیا۔ مگر خدا بھلا کرے مولانا عبد الماجد دریا بادی کا جن کی "گرفت" کم سے کم اخبار دعوت کو ہوش میں لانے یا ہوش کے اظہار کا موجب بن گئی۔ اور اس بارہ میں اخبار دعوت کا لب و لہجہ ہی بدل گیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ اڑھائی ماہ گذر جانے کے بعد جس بات کی طرف رجوع کیا ابتداء ہی میں اس پر سر تسلیم خم کر دیتے۔ اور

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از خرابیٔ بسیار

کے مصداق بننے سے بھی بچ جاتے!!

اسی پرچہ میں دوسری جگہ ہم نے اخبار صدق جدید کا مفصل نوٹ اور اس پر اخبار دعوت کا معذرت خواہی پر مشتمل شذرہ نقل کر دیا ہے۔ جماعت اسلامی کے اس کردار پر ہمیں بڑا ہی تعجب آتا رہا ہے کہ ایک طرف اس جماعت کا ادعا "اسلامی تعلیمات کے" داعی ہونے کا ہے۔ دوسری طرف دعوت اسلام کے سلسلہ میں اس کے علم و عمل کا یہ حال ہے کہ اُن ابتدائی اوصاف سے بھی بے نصیب ہیں جن سے ایک داعی حق کا متصف ہونا ضروری ہے۔ بالخصوص جبکہ یہ کوئی دقیق مسئلہ بھی نہ تھا۔ بلکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور انبیاء سابقین کے حالات اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے یہ بات ایسی واضح اور عیاں ہے کہ کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔

البتہ ایک بات اور ہے اور شاید اسی کی بناء پر جماعت اسلامی کے اراکین سے یہ حرکات سرزد ہوئیں اور وہ ہے جماعت کے دماغ کی مخصوص انداز میں تربیت! جب اس جماعت کے مؤسس مولانا مودودی صاحب نے ابتداء ہی سے ان کے سامنے یہ نظریہ رکھا کہ:-

"یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین (پریچرز) مبشرین مشنریز کی جماعت نہیں ہے بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے۔" (تفہیمات صہ۷)

تو کسی کو کیا پڑی ہے کہ مبلغین حق کے اسوہ حسنہ کی جستجو کرتا پھرے اور صبر و تحمل کی خار دار وادیوں میں طرح طرح کے شدائد و مشکلات کا تختہ مشق بنتا رہے۔ لیکن بقول مولانا صاحب موصوف اُسے تو اقتدار کی کرسی پر قبضہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں اس کی جد و جہد کا مرکز سیاسی اقتدار قرار پاتا ہے نہ کہ تبلیغ۔ پس اس سے تبلیغی جماعت کے کردار کی توقع بھی فضول ہے اور شاید اسی قسم کی سرگرمیوں کے باعث وزیر اعظم پنڈت نہرو کو بھی جماعت اسلامی کے متعلق کہنا پڑا کہ یہ جماعت فرقہ پرست اور تنگ نظر جماعت ہے۔

بہرحال ہمیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں جماعت اسلامی جانے اور اس کا کام ہمیں تو اس بات کی خوشی ہے کہ جماعت اسلامی کے آرگن اور اس کے بعض ذمہ دار افراد نے اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا ہے کہ کسی غیر مسلم کو قرآن کریم کے استعمال کرنے کا ویسا ہی حق ہے جیسے انہیں۔ چنانچہ اخبار دعوت کے حالیہ نوٹ میں انہیں باتوں کا اعادہ کیا گیا ہے جن کی طرف ہم نے انہیں ابتداء ہی میں متوجہ کیا تھا اور بالوضاحت اس بات پر روشنی ڈالی تھی کہ اگر جماعت اسلامی دنیا میں اسلامی تعلیم کی تبلیغ کی خواہش رکھتی ہے۔ تو اُسے وہ طریق بھی اپنانا چاہیئے۔ جو سننے والے کو متاثر کرے اور اسلام سے اس کا انس بڑھے اور ہر اس طریق سے اجتناب کرے جو اسلام سے دور لے جانے اور نفرت دلانے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو ہمیشہ اپنے لئے مشعل راہ کے طور پر بنائیں جس میں حضور نے تلقین فرمائی کہ:-

البشروا ولا تنفروا،
ایسروا ولا تعسروا

اے لوگو! تم لوگوں کے سامنے اسلام کو اچھے انداز میں پیش کرو انہیں نفرت دلانے کے طریق سے پرہیز کرو ان کے لئے آسانی کی صورت پیدا کرو مشکلات کی صورت نہ نکالو!!

پس یہ خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ اخبار دعوت دہلی نے اپنی اس واضح غلطی کا اقرار کر لیا اور اُن تمام باتوں سے رجوع کر لیا جن پر محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسے بڑا اصرار تھا اور ایک عرصہ تک ونوبا جی کے مقابلہ میں جوش دکھانے کے بعد اب اُسے بھی ہوش آگیا!!

یہ سیلابوں کی کثرت یا خدائی قہر

ماہ ستمبر کے دوسرے ہفتہ سورت میں جس شدت کا سیلاب آیا وہ بقول وزیر اعلیٰ بمبئی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ ہزاروں اشخاص گھر سے بے گھر ہوئے اور سینکڑوں نفوس سیلاب کی نذر ہوئے۔ اس سیلاب کی وسعت کے متعلق انہیں دنوں وزیر تعلیم نے کہا کہ تین سو مربع میل کے علاقہ میں ایک جھیل نظر آتی ہے۔ اسکے ٹھیک ایک ماہ بعد ۱۳ر اکتوبر کو سورت میں پھر طوفان باد و باراں آیا اور اخبار پرتاپ مورخہ ۱۴ر اکتوبر کی خبر کے مطابق "سورت کو پھر خدائی قہر کا سامنا کرنا پڑا" پرتاپ ہی کی خبر کے مطابق اس سے سورت میں بارش کا سو سالہ ریکارڈ ٹوٹ گیا۔

سیلابوں سے یہ غیر معمولی تباہی کچھ سورت پر موقوف نہیں بلکہ سال رواں کے موسم برسات کے آغاز سے اب تک اندرون ملک اور بیرونی ممالک میں متعدد مقامات پر شدید سیلابوں سے لاکھوں افراد متاثر ہوئے جن میں سے سینکڑوں تو لقمہ اجل بنے اور جو زندہ بچے کئی روز تک ہر قسم کے ذرائع آمد و رفت کے منقطع ہو جانے اور ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے سے اُن کا نظام زندگی خاصہ درہم برہم رہا۔ چنانچہ ستمبر کے آخری ہفتہ وسطی جاپان میں قیامت خیز طوفان آیا اس میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد چار ہزار نفوس تک پہونچ گئی۔ اور ایک لاکھ دس ہزار مکانات تباہ ہو گئے۔ (الجمعیۃ ۱/۱۰/۵۹ء)

انہیں دنوں برازیل میں خوفناک سیلاب آیا جس سے ہلاک شدگان کی تعداد ایک سو تک پہنچ گئی۔ سیلاب سے سڑکوں وغیرہ پر آمد و رفت بند رہی۔

جہاں تک اندرون ملک کا تعلق ہے اس عرصہ میں مختلف صوبہ جات میں سیلابوں کی تباہ کاریاں جاری رہیں۔ چنانچہ ماہ جولائی میں وادی کشمیر میں ایسا سیلاب آیا جس سے ایک ہزار مربع میل زیر آب ہو گیا۔ اور ہزار سے زیادہ دیہات اُجڑ گئے۔ اور ریاست کی نصف آبادی (۸ لاکھ) گھر سے بے گھر ہو گئی۔ مورخہ ۲۸ر ستمبر کو اسمبلی میں وزیر اعظم کشمیر نے جو تقریر کی اُس میں آپ نے بتایا کہ جولائی کے سیلاب میں کشمیر کو دس کروڑ روپے کا نقصان پہنچا (الجمعیۃ ۳۰/۹/۵۹)

(باقی صہ۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

سورۃ فاتحہ روحانی دولت کا نہ ختم ہونیوالا خزانہ ہے۔ میں نے جو کچھ سیکھا اسی سے سیکھا ہے!

اخلاص کے ساتھ اس پر غور کرنیکی عادت ڈالو تاکہ تم بھی اسکی برکات سے متمتع ہو سکو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۹ء بمقام قادیان

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
بعض معترضین یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ خطبہ جمعہ سے پہلے میں ہر دفعہ سورۂ فاتحہ کی ہی تلاوت کیوں کرتا ہوں۔ اور ان کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہر دفعہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنے سے خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ لیکن

حق یہ ہے

کہ مجھے تو سارے قرآن کریم کی سمجھ ہی اسی سورہ سے آئی ہے۔ اور اس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ ایسے انکشافات کیا کرتا ہے کہ میں دعوےٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جو کچھ سیکھا ہے اسی سے سیکھا ہے۔ میں نے اسی سورہ کی تفسیر فرشتہ سے سیکھی تھی جس نے کہا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کو اس کی تفسیر سکھاؤں۔ اور میں ہمیشہ سے یہ دعویٰ کرتا آیا ہوں کہ جس شخص کو میری یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں شبہ ہو وہ میرے سامنے آئے اور سورہ فاتحہ یا قرآن کریم کے اور حصہ کی تفسیر کرے۔

یہ سورۃ ایسی ہے

جو ہر مضمون اور ہر صداقت کی طرف ہمیں لے جاتی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کیسی بابرکت دعا ہے۔ کونسا ہزار کونسا کام ہے جو اس سے باہر رہ سکتا ہے۔ دنیا میں انسان کو ہزاروں کام ایسے کرنے پڑتے ہیں جو اس کے دل کی خواہش کے خلاف ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ اللہ تعالےٰ سے دعا مانگتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم تو اللہ تعالےٰ کوئی نہ کوئی ایسا جوڑ پیدا کر دیتا ہے کہ جس سے اس کی کامیابی کا رستہ کھل جاتا ہے۔ انسان کو خدا تعالےٰ نے پیدا کر کے اس کے ذمہ

مختلف کام لگا دیئے ہیں

بیوی بچوں کی خبر گیری ہے۔ ماں باپ کی خدمت رشتہ داروں سے میل جول تجارت اور کاروبار کی دیکھ بھال وغیرہ کئی قسم کے مشاغل ہیں۔

اس کے دل میں اپنی محبت بھی پیدا کی اور پھر اسے مادیات کی طرف

لگا دیا اور خود ایسا دراء الوریٰ ہو گیا کہ جہاں انسان پہونچ ہی نہ سکے۔ اب

وہ میدان سے کیا کرے۔ لیکن پھر خود ہی اسے یہ دعا سکھا دی کہ اھدنا الصراط المستقیم اور جب انسان اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ لگا دو ٹیلیفون اس کے دماغ میں اور اس کا ایک سرا ہمارے ہاتھ میں دو۔ چنانچہ جب کبھی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کسی تکلیف کے وقت میں اللہ تعالےٰ سے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا فرماتے تو فوراً انی مع الرسول اقوم کے الہام کا ٹیلیفون لگ جاتا۔ تو بندہ دنیا کا کوئی کام کرے۔ اس دعا سے باہر نہیں ہو سکتا۔ ایک دفعہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ جو لوگ ساتھ جا سکتے تھے وہ گئے۔ مگر نابینا، معذور اور کمزور گروں میں تھے اور ساتھ نہ جا سکے وہ اپنے دلوں میں دکھ محسوس کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو میدان جہاد میں ہیں۔ اور ہم گھروں میں بیٹھے ہیں۔ مگر دوسری طرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی مجاہدین سے فرمایا کہ تم لوگ بے شک میدان جہاد میں تکالیف اٹھا رہے ہو۔ لیکن مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو ثواب میں

تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہیں

انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ کام تو ہم کریں تکالیف ہم اٹھائیں۔ اور ثواب ان کو ملے۔ آپ نے فرمایا اپنی معذوری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ ان کے دلوں میں جہاد میں شرکت کی تڑپ تھی ۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے . . . . . . ان کو تمہارے ساتھ ملا دیا ہے۔ تو دیکھو اس دعا نے کیسا جادو کیا اور کس طرح ان کے لئے بھی ثواب کے رستے کھول دیئے۔ اب جو میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوا۔ تو مجھے خیال آیا۔ کہ اب نماز کے بعد یہ سب لوگ جو اس وقت میرے سامنے ہیں اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے اور معلوم نہیں اگلے سال تک کون کون زندہ رہتا ہے۔ اور پھر کس کس سے ملاقات کا موقع ملے

درس الحدیث

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل۔ ربوہ

عزیزم مکرم جناب ایڈیٹر صاحب اخبار بدر کے ارشاد کی تعمیل میں بہ نیت ثواب میں مجموعہ احادیث "ریاض الصالحین" مؤلفہ حضرت امام نووی کا انتخاب ترجمہ و تشریح کے ساتھ قسط وار اخبار بدر میں شروع کر رہا ہوں۔ اس مجموعہ میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جمع کئے گئے ہیں جو زیادہ تر انسانی زندگی کے اخلاقی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ میں اس سلسلہ کو جاری رکھوں اور پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ آمین۔
خاکسار خادم ابوالعطاء جالندھری۔ ربوہ

(۱) عن امیر المؤمنین ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ لدنیا یصیبھا او امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ۔ (البخاری ومسلم)

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انسانی اعمال کی قدر و قیمت اور ان پر اجر و ثواب نیت کے مطابق ہوتا ہے اور ہر شخص کو وہی ملیگا جو اسکی نیت ہوگی۔ پس جس شخص نے اللہ اور اسکے رسول کی خاطر ہجرت کی ہے اس کی ہجرت تو بلاشبہ اللہ اور رسول کی خاطر ہی سمجھی جائیگی لیکن جس شخص کی ہجرت دنیا کمانے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہے تو اسکی ہجرت اسی کے مطابق شمار ہوگی جسکے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح۔ انسان کے عمل کے دو حصے ہوتے ہیں (۱) ظاہری عمل (۲) عمل کا باطنی محرک۔ باطنی محرک یعنی جس نیت اور ارادے سے انسان کام کرتا ہے۔ مذہبی نقطۂ نگاہ سے اسے بڑی قوت حاصل ہے کیونکہ ایمان اور مذہب کا اصل تعلق دل سے ہے اور اسکی پاکیزگی اعمال کا مقصد ہے۔ نیت دل سے پیدا ہوتی ہے اور نیت کا بڑا اثر دل پر پڑتا ہے اسلئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ کام پاکیزہ نیت سے کرنا چاہئے۔ اچھے کام بھی جبتک عمدہ نیت اور پاک ارادے سے کئے جاویں خیر و برکت کا موجب نہیں بن سکتے۔ ہجرت بڑا نیک کام ہے لیکن اللہ کے ہاں یہ دیکھا جائیگا کہ اس مہاجر نے کس نیت سے ہجرت کی تھی۔ اگر تو محض دین سیکھنے اور سکھلانے کے لئے ہجرت کی ہے تو اس کا بہت بڑا اجر ہے اگر ہجرت کا محرک یہ خیال ہے کہ مرکز اسلام میں تجارت کو فروغ حاصل ہو جائیگا یا کوئی رشتہ ہو جائے تو یہ ہجرت روحانی رنگ میں محض ناکارہ ہوگی کیونکہ اصل قیمتی چیز تو انسان کی نیت اور ارادہ ہے۔ تین صورتیں ممکن ہیں (۱) اچھا کام اچھی نیت کے ساتھ کیا جائے (۲) اچھا کام بری نیت سے کیا جائے (۳) اچھا کام بلا سوچے سمجھے اور بلا ارادہ و نیت سرانجام دیدیا جائے۔ شرعی نقطۂ نگاہ سے یہ عمل صرف صورت اول میں مقبول اور مؤثر ہوگا۔ دوسری صورت میں یقیناً اس کا نتیجہ برا ہوگا اور تیسری صورت میں وہ عمل مثمر ثمرات سود مند نہ ہوگا پس نیک عمل کے لئے نیک نیت لازمی ہے۔

(۲) عن انس رضی اللہ عنہ قال رجعنا من غزوۃ تبوک مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اقواما خلفنا بالمدینۃ ما سلکنا شعباً ولا وادیاً الا وھم معنا حبسھم العذر۔ (البخاری)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم جنگ تبوک سے واپس آ رہے تھے تو پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ ہمارے پیچھے مدینہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے۔ کہ اگرچہ وہ مدینہ میں رہے مگر ہم جس وادی میں گئے اور جو گھاٹی کو ہم نے طے کیا وہ ہر جگہ ہمارے ساتھ تھے کیونکہ ان کے راستہ میں انکی معذوری روک بن گئی تھی ورنہ وہ پورے دل اور پوری نیت سے ہمارے ساتھ تھے۔

تشریح۔ جہاد میں شریک نہ ہو سکنے والے اپنی نیت کی وجہ سے اجر و ثواب میں حصہ دار بن گئے ہیں۔ اگر کسی شخص کے دل میں ایک نیک کام کیلئے سچی تڑپ ہو اور وہ پوری کوشش کے باوجود حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے اس نیک کام کو سرانجام دینے سے معذور رہتے تو اللہ تعالےٰ اسے ثواب دیدیتا ہے اور اس کے دل میں ایسی روحانی نورانیت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اس نیک کام کے بجا لانیوالے کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلام میں نیکی کے بجالانے کے لئے نیت کا نیک ہونا بنیادی اہمیت کی چیز ہے اسلئے جہاں نیت موجود ہو وہاں یہ روحانی نتیجہ پیدا ہو جاتا ہے خواہ ظاہری سامان کے فقدان کے باعث وہ کام نہ کیا جا سکے (باقی آئندہ)

آتا ہے۔ میری ان سے یا ان کی مجھ سے پھر ملاقات ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اس خیال نے میرے دل میں ایک گھبراہٹ سی پیدا کر دی۔ مگر پھر

معاً مجھے خیال آیا

کہ گھبراہٹ کی کیا بات ہے۔ اور اھدنا الصراط المستقیم پڑھا تو مجھے اپنے اس درد کا علاج بھی اسی میں مل گیا۔ اور میں نے خیال کیا کہ اگلا جہان ایک ایسا مرکز ہے۔ جس میں ہم پھر مل سکیں گے۔ غرض کوئی درد نہیں جس کا علاج سورہ فاتحہ میں نہ ہو۔ اور کوئی علم نہیں جو اسی سورت میں نہ ہو۔ اس لئے میں احباب

جماعت کو توجہ دلاتا ہوں

کہ وہ بھی اس سورۃ پر غور کرنے کی عادت ڈالیں اور اخلاص سے اسے پڑھا کریں۔ اخلاص کی برکت آپ کو بھی وہ گر مل جائے گا جو ساری مشکلات کا حل ہے۔ یہ وہ دولت کا خزانہ ہے جہاں سے میں نے بہت کچھ پایا ہے اور یہ خزانہ میں نے آپ کو دکھا دیا ہے۔ اس کی کنجی اللہ تعالیٰ نے مجھے تو دے رکھی ہے۔ مگر آپ لوگ خود کوشش کریں اور اسے حاصل کریں اور پھر ان خزانوں سے متمتع ہوں۔ یہ ایک خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا

آخر میں میں

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں

کہ وہ میرے اور آپ کے ساتھ ہو۔ میرے غموں کو بھی دور کرے اور آپ کے غموں کو بھی۔ وہ میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی خوشیوں کے سامان پیدا کرے اور ایسا کرے کہ ہمارا غم اور ہماری خوشیاں سب کے لئے ہوں۔

(الفضل ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۹ء)

ولادت

مکرم محمد احمد صاحب نسیم مالاباری درویش قادیان کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۱ر اکتوبر کو دوسرا لڑکا عطا فرمایا ہے عزیز کا نام منور احمد رکھا گیا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کی صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور دین کا سچا خادم بنائے۔ آمین۔

انسانیت کا کامل نمونہ

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

ایڈیٹر صاحب الفضل نے مجھے لکھا ہے کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور پاک اسوہ کے متعلق الفضل کا ایک خاص نمبر شائع کر رہے ہیں۔ تم ابھی چند گھنٹوں میں ہمیں ایک مضمون لکھ کر بھجوا دو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی سیرت کے متعلق کچھ لکھنا تو میری روح کی غذا ہے۔ جس کی برکت سے میں اپنی بہت سی کمزوریوں کے باوجود جی رہا ہوں۔ مگر میرے پاس وہ مشین نہیں ہے جس کے پیچھے گھمانے سے جب چاہا اور جس رنگ میں چاہا کچھ اگل دیا۔ اور آجکل طبیعت بھی کچھ علیل ہے۔ اس لئے محض حصول ثواب کی نیت سے یہ چند سطور لکھ کر جلدی جلدی میں بھجوا رہا ہوں۔ ربّ تقبّل منّی انّک انت التواب الرّحیم۔ وانا عبدك الضعیف الحقیر وما توفیقی الا بك یا ارحم الراحمین۔

ہمارے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپؐ کا اسوۂ مبارک اتنا وسیع اور اتنا متنوع ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اور انسانی اخلاق کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں آپؐ نے دنیا کے سامنے اعلیٰ نمونہ قائم نہ کیا ہو۔ اسی لئے قرآن مجید نے آپ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃٌ حسنۃٌ۔ ”یعنی اے بنی نوع انسان تمہارے لئے ہمارے اس رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) میں اخلاق کے ہر میدان میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ نیز فرمایا وما ارسلناك الا رحمۃً للعالمین ”یعنی اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ پس اس بات میں ذرہ بھر بھی شک نہیں اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ آپ کی تعلیم اور آپؐ کے اسوہ میں ہر روحانی بیماری کی دوا اور ہر اخلاقی روگ کا علاج موجود ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :-

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جماعت احمدیہ کے مقدس بانی علیہ السلام نے اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف اور مدح میں جو کچھ لکھا ہے اور فرمایا ہے۔ اس کی ان تیرہ سو سالوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جیسا کہ دشمنوں تک نے مانا ہے۔ آپؑ کی بعض عبارتیں پڑھ کر حقیقتہً وجد کی سی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ مگر آجکل آپؑ نے بھی اپنی مدح سرائی کو اسی نداست حق پر ختم کیا ہے۔ جو ایک طرح سے گویا الفاظ کی کوتاہ دامنی کا اظہار کیا ہے ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

”یعنی اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمال اور اخلاقی برتری کی دلیل چاہتے ہو تو باوجود بہت کچھ لکھنے اور بہت کچھ کہنے کے میں بالآخر یہی کہتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دلیل خود محمدؐ کا وجود ہے۔ اس کے عاشقوں میں داخل ہو کر دیکھو کہ وہ کیسا چمکتا ہوا سورج اور کتنی ٹھنڈک پہنچانے والا چاند ہے۔“

اور جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کا اسوہ کسی ایک میدان یا روحانیت اور اخلاق کے کسی ایک پہلو سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ ہمہ گیر اور عالمگیر ہے۔ آپ بیٹے بھی بنے اور باپ بھی ہوئے۔ یتیم بھی بنے اور کچھ عرصہ کے لئے ماں اور دادا کا سایہ بھی پایا۔ خاوند بھی بنے اور ایک سے زیادہ بیویوں کی مساوات کا سلوک بھی دکھایا۔ غربت بھی دیکھی اور ثروت کے زمانہ کا نمونہ بھی قائم کیا۔ جنگوں میں قائد بھی بنے اور امن کے زمانہ میں حکومت کا اسوہ بھی دکھایا۔ فتوحات بھی پائیں۔ اور عارضی شکست بھی صبر و ہمت کا جوہر بھی اجاگر کیا۔ قوموں کے ساتھ معاہدات بھی کئے۔ اور معاہدات کے توڑے جانے پر دشمنوں کو اپنی عفو و بخشش سے رام بھی کیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ محبت و عبادت الٰہی کا وہ نمونہ دکھایا۔ کہ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ یہ ہمہ گیر فضیلت کسی اور نبی (حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ یا حضرت ابراہیم علیہم السلام) کو حاصل نہیں ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ محدود قوموں اور محدود زمانوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ اور ہمارے آقا (فداہ نفسی) کی بعثت عالمگیر تھی

عبادت اور دعاؤں میں خشوع کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات لمبی لمبی نمازوں میں کھڑے رہنے سے آپ کے پاؤں میں ورم آ جاتی تھی۔ اور جب اس پر آپ کی بعض ازواج نے ازراہِ ہمدردی عرض کیا کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ مقام بخشا ہے کہ سب اگلی پچھلی لغزشیں معاف ہیں تو آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ ”افلا اکون عبداً شکوراً۔ یعنی بے شک یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے مجھے یہ مقام بخشا ہے۔ مگر کیا میرے لئے یہ واجب نہیں۔ کہ میں خدا کا شکر گذار بندہ بنوں“؟ دعاؤں میں گریہ و زاری کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ بعض اوقات انتہائی درد و کرب کی وجہ سے دعاؤں میں آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ گویا کوئی ہنڈیا چولہے پر رکھی ہوئی ابل رہی ہے۔ اور آپ خدائی رحمت و شفقت کے اتنے پیاسے تھے کہ ایک دفعہ آپؐ کے صحابی ابی بن کعب (غالباً یہی نام تھا) کسی سفر پر جاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے انہیں رخصت کرنے کے بعد پیچھے سے آواز دے کر فرمایا۔ لا تنسانا فی دعائك یا اخی یعنی اے میرے بھائی سفر میں ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔“ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہ روایت فخر کے ساتھ بیان کرتے ہوئے رو دیا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب تھا۔ تو ایک رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ کا بستر خالی ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے گھر تشریف لے گئے ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے دوسرے گھروں میں ادھر ادھر دیکھا اور وہاں نہ پا کر احتیاطاً قریب کے قبرستان ”جنت البقیع“ میں تشریف لے گئیں۔ وہاں دیکھا کہ آپ زمین پر لیٹے ہوئے بلکہ زمین کے ساتھ چمٹے ہوئے بے حد گریہ و زاری کے ساتھ اپنے بچھڑے ہوئے صحابیوں کے لئے دعا فرما رہے ہیں۔

اپنے آسمانی آقا کی نصرت پر توکل کا یہ عالم تھا کہ جب غزوہ حنین میں ایک اچانک حملہ کے باعث بعض نومسلموں کی کمزوری کی وجہ سے صحابہؓ کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ اور دشمن کے ٹڈی دل کے سامنے میدان قریباً خالی ہو گیا تو آپ ایک پہاڑ کی طرح

اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اور اپنے ایک بھیے ساتھی سے فرمایا کہ "میرے گھوڑے کی لگام تھام لو تاکہ وہ بھی دہشت کھا کر بھاگ نہ نکلے۔ اور پھر اکیلے دم اپنے گھوڑے کو زور کے ساتھ ایڑ لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور للکار کر فرمایا

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

"یعنی میں خدا کا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں اور گو میں ایک انسان عبد المطلب کا بیٹا ہوں مگر میرا سہارا خدا کی ذات ہے"

بیٹا بننے کی یہ شان تھی کہ جب ایک دفعہ بڑھاپے کی عمر میں آپ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے جنہیں فوت ہوئے پچاس سال ہو چکے تھے (جبکہ عزیزوں کی جدائی کا غم عموماً ختم ہو چکتا ہے) تو رقتِ جذبات کے دورہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا فوارہ چھوٹ نکلا۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے درد بھری آواز میں فرمایا کہ خدا نے مجھے والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت تو دی مگر قبر پر دعا کرنے کی اجازت نہیں دی"۔ تاکہ دوسرے مسلمانوں کے لئے اپنے مشرک عزیزوں کے تعلق میں کوئی کمزور نمونہ نہ قائم ہو۔ بلکہ ان کے معاملہ کو خدا پر چھوڑا جائے۔ پھر ماں تو ماں جب ایک دفعہ آپ کی رضاعی والدہ آپ سے ملنے آئیں تو آپ انہیں دیکھ کر بےچین ہو گئے اور نہایت ادب کے ساتھ اٹھ کر ان کے بیٹھنے کے لئے اپنے اوپر کی چادر بچھا دی۔ اور جب آپ کے مشرک مگر محسن چچا ابو طالب جنہوں نے آپ کو آپ کے دادا کی وفات کے بعد اپنے بچوں کی طرح پالا تھا فوت ہونے لگے تو آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی محبت کے ساتھ فرمایا "چچا میں خدا کی طرف سے حق کا پیغام لے کر آیا ہوں اور آپ کا وقت اب قریب معلوم ہوتا ہے آپ اپنی زبان سے ایک دفعہ کلمہ کے الفاظ دہرا دیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی وجہ سے خدا آپ کی مغفرت فرمائے گا" ابو طالب اس کے لئے تیار نظر آتے تھے مگر پھر مشرک رؤسا کی موجودگی سے متاثر ہو کر کہا: "بھتیجے تم مجھے بہت عزیز ہو مگر مجھے اپنے باپ دادا کے مذہب پر ہی مرنے دو۔ ورنہ لوگ کہیں گے کہ ابو طالب موت سے ڈر گیا"۔ آپ چشم پُر آب ہو کر وہاں سے اٹھے اور یہ فرماتے ہوئے باہر نکل گئے۔ کہ "چچا میں پھر بھی آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ سوائے اس کے کہ خدا مجھے اس سے روک دے"۔ (یہ والدہ کی قبر پر جانے سے بہت پہلے کی بات ہے)

پھر خدا نے آپ کو اولاد سے بھی نوازا اور آپ خدا کے فضل سے بہترین اور شفیق ترین باپ ثابت ہوئے۔ حضرت امام حسن رض اور حضرت امام حسین رض آپ کے نواسے تھے جو ہجرت کے بعد مدینہ میں پیدا ہوئے وہ بچپن کے غیر شعوری زمانہ میں بعض اوقات جب کہ آپ نماز میں سجدہ کرتے تھے آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے تھے اور ایسے اوقات میں آپ اپنا سجدہ لمبا کر دیتے تھے تا بچوں کو تکلیف نہ ہو۔ ایک دفعہ محبت کے ساتھ فرمایا۔ یہ دو بچے میری جنت کے دو پھول ہیں"۔ ان دو صاحبزادوں کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنی تمام اولاد میں زیادہ عزیز تھیں۔ ایک دفعہ شادی کے بعد انہوں نے حضرت علی رض کی تحریک پر آپ سے عرض کیا کہ کام کرتے کرتے میرے ہاتھوں میں اٹن پڑ جاتے ہیں۔ آپ ہمیں کوئی خادمہ یا خادم دیں۔ آپ کے دل کو طبعاً رنج پہنچا۔ مگر محبت کے ساتھ فرمایا "بیٹی اس وقت اسلام غربت اور تنگی کی حالت میں ہے اور سب مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ اس لئے صبر کرو اور ایک دعا بتا کر فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔ خدا اپنے فضل سے کوئی رستہ کھول دے گا۔ مرض الموت میں بڑی شفقت کے ساتھ فرمایا "فاطمہ تم میری وفات کے بعد مجھے سب سے پہلے ملو گی"۔ وفا شعار بیٹی کو اپنی موت کا غم بھول گیا اور باپ کی ملاقات کی وجہ سے چہرہ پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا۔ ایک آپ کی دوسری بیٹی حضرت زینب رض کا بچہ بیمار ہو گیا (یہ سب باتیں زبانی یاد سے لکھ رہا ہوں اس وقت حوالے چیک کرنے کا وقت نہیں) انہوں نے اس کی وفات کا وقت قریب سمجھ کر گھبراہٹ کے عالم میں اپنے باپ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "زینب سے کہو کہ تمہارا بچہ خدا کی امانت ہے۔ اگر خدا اس امانت کو واپس لے رہا ہے تو گھبراؤ نہیں بلکہ صبر و شکر کے ساتھ اس امانت کو واپس کرو"۔ مگر حضرت زینب رض کی مامتا بے قرار تھی پھر دوبارہ خدا کا واسطہ دے کر کہلا بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں جس پر آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور دم توڑتے ہوئے بچے کو اپنی گود میں لے کر خاموش ہو گئے اور فرطِ غم سے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہہ نکلی۔ نبوت کے زمانہ میں غالباً آپ کو صرف ایک نرینہ بچے کا منہ دیکھنا ملا۔ اور وہ صاحبزادہ ابراہیم تھے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے جب وہ فوت ہوئے تو آپ کو طبعاً بہت صدمہ ہوا۔ مگر سوائے اس کے کوئی الفاظ زبان پر نہ آئے کہ:۔

العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون

"یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم محسوس کرتا ہے۔ مگر ہم کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہیں لاتے جو خدا کی رضا کے خلاف ہو۔ کیونکہ یہ بچہ اسی کی امانت تھی اور وہی واپس لے گیا ہے۔ مگر اے ابراہیم ہم یقیناً تیری جدائی کی وجہ سے بہت غمزدہ ہیں"۔

بیویوں کے ساتھ آپ کا سلوک حقیقۃً بالکل مثالی تھا۔ چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی "یعنی اے مسلمانو تم میں سے میرے خدا کی نظر میں اچھا مسلمان وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب میں سے اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا ہوں"۔ آپ کی سب سے بڑی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پہلے ہی فوت ہو گئی تھیں۔ مگر آپ کے دل میں ان کی محبت آخر وقت تک تازہ رہی جب گھر میں کوئی اچھا تحفہ آتا تھا تو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو ضرور بھجواتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت آپ سے ملنے آئی۔ اور اتفاق سے اس کی آواز حضرت خدیجہ رض کی آواز سے بہت ملتی تھی۔ آپ یہ آواز سن کر بے چین ہو گئے اور بیتاب ہو کر فرمایا۔ یہ آواز تو میری خدیجہ رض سے ملتی ہے"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہت چہیتی زوجہ تھیں (اور وہ اپنے اوصاف اور علم و فضل کے لحاظ سے اس کی اہل بھی تھیں) وہ بیان کرتی ہیں کہ بسا اوقات آپ اپنی ازواج کے ساتھ بیٹھے ہوئے محبت اور بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ ہماری محبت میں محو ہیں۔ مگر جب اچانک اذان کی آواز آتی تھی۔ اور موتی نماز کی طرف بلاتا تھا تو آپ ہمیں چھوڑ کر یوں اٹھ بیٹھتے تھے کہ گویا ہمیں جانتے ہی نہیں۔ انہی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک برتن سے منہ لگا کر پانی پیا اور پھر وہ برتن ایک طرف کو رکھ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا "عائشہ یہ برتن مجھے دے دو"۔ اور پھر اس برتن میں اسی جگہ منہ لگا کر جہاں سے میں نے پیا تھا آپ میرا بچا ہوا پانی پی گئے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدایا جہاں تک مجھے طاقت ہے۔ میں اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف کا معاملہ کرتا ہوں۔ لیکن جو بات میری طاقت میں نہیں اس میں تو مجھے معاف فرما"۔

اس زمانہ میں غلاموں کا عام رواج تھا اور ہر ملک اور ہر قوم اور ہر مذہب کے متبعین میں غلام رکھے جاتے تھے۔ اور وہ ہر ملک کے تمدن کا ایک لازمی حصہ تھے۔ اسلام نے اسے آئندہ کے لئے اصولی طور پر منع فرما دیا تھا اور صرف جنگی قیدیوں کی اجازت تھی مگر جب تک غلامی کی حرمت نازل نہیں ہوئی آپ نے غلاموں کے ساتھ بہترین سلوک فرمایا۔ اسلام سے قبل آپ کو اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رض کی طرف سے ایک غلام زید بن حارث ملے تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ ایسا مشفقانہ سلوک کیا کہ جب ان کے والدین ان کو واپس لینے آئے تو زید نے آپ کا حسن سلوک دیکھتے ہوئے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اور آپ کی خدمت کو ترجیح دی۔ اس کے بعد آپ نے ان کو ملکی دستور کے مطابق اپنا بیٹا بنا لیا۔ لیکن جب اسلام نے بیٹا بنانے کی رسم حرام قرار دی تو اس کے بعد بھی آپ ان کے ساتھ ہمیشہ نہایت درجہ محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے رہے اور جب حضرت زید فوت ہوئے تو ان کے بیٹے حضرت اسامہ کے ساتھ بھی آپ کا وہی پدرانہ سلوک رہا حتیٰ کہ جہاں بڑے بڑے صحابہ آپ کے ساتھ بات کرتے ہوئے رعب کی وجہ سے اکثر اوقات حجاب محسوس کرتے تھے۔ وہاں حضرت اسامہ بچوں کی طرح آپ کے پاس بے تکلف جا کر اپنے دل کی بات کہہ لیتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ آپ صرف ظاہری محبت ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ نے ان کو اسلامی سوسائٹی میں اعلیٰ مقام دے رکھا تھا چنانچہ جو اسلامی لشکر آپ نے اپنے مرض الموت میں عرب کی شمالی سرحد کی طرف روانہ فرمایا اس میں حضرت اسامہ کو جو بلحاظ اصل ایک غلام زادہ تھے اس لشکر کا جس میں حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض جیسے جلیل القدر صحابی بھی شامل تھے سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اسی مرض الموت میں جب آپ نے اپنا وقت قریب سمجھا آخری وصیت کے رنگ میں فرمایا کہ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم "یعنی دیکھو اور سنو کہ میرے بعد خدائے واحد کی عبادت کے پابند رہنا اور اپنے غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا"۔

اپنے صحابہ اور دوستوں کا بھی بے حد خیال تھا اور آپ ان کے لئے مجسم رحمت تھے۔ ایک موقعہ پر آپ کے ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ سے ایک خطرناک غلطی ہو گئی جو حقیقۃً قومی غداری کے مترادف تھی یعنی جب آپ فتح مکہ کے موقعہ پر اپنی منزل کو بصیغہ راز رکھتے ہوئے مکہ کی طرف کوچ فرمانے لگے تو حاطب نے اپنے مکہ میں رہنے والے غریب رشتہ داروں کی ہمدردی کے خیال سے مکہ والوں کو ایک خفیہ خط کے ذریعہ یہ اطلاع بھجوائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھاری لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں تم لوگ اپنی فکر کر لو۔ حاطب کا یہ خط

میں پکڑا گیا۔ اور اس خط کا راز فاش ہو گیا اس پر حضرت عمرؓ کو اتنا غصہ تھا کہ غصہ سے کانپتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حاطب کا عذر سنکر فرمایا۔ عمرؓ اسے منافق نہ کہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ بدری صحابی ہے اور اس سے صرف اپنے رشتہ داروں کی ہمدردی میں یہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔" اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ کو نرمی سے سمجھایا کہ "کیا تم پسند کرتے ہو کہ لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کروانا پھرتا ہے"۔ اور دوسری طرف حاطب سے فرمایا۔ "جاؤ خدا تمہیں معاف کرے۔ پھر ایسی بات نہ کرنا"۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے آپؐ کی خدمت میں کسی دوسرے صحابی کے خلاف کوئی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "دیکھو میرے پاس میرے صحابیوں کی شکایت نہ کیا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ رات کو گھر جاؤں تو اپنے صحابہ کے متعلق میرا سینہ صاف ہو"۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میرے صحابہ کے باہمی علمی اختلاف کی وجہ سے پریشان نہ ہؤا کرو۔ وہ سب آسمان کے ستارے ہیں۔ تم جس ستارے کو بھی سامنے رکھ کر راستہ تلاش کرنا چاہو تمہیں رستہ مل جائے گا"۔

دشمنوں کے ساتھ سلوک کا یہ عالم تھا کہ باوجود اس کے کہ مکہ والوں نے پورے اکیس ۲۱ سال تک آپؐ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا آپؐ کے قتل کی سازشیں کیں۔ آپؐ کے مال ومتاع کو لوٹا۔ آپؐ کے سینکڑوں صحابیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا۔ اور بعض کو دھوکے سے اپنے پاس بلا کر تہ تیغ کیا۔ آپؐ کے عزیزوں اور رشتہ داروں بلکہ خاندان نبوت کی خواتین کی بے عزتی سے بھی دریغ نہ کیا۔ حتی کہ ایک موقع پر ایک بدباطن دشمن کے حملہ کی وجہ سے آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا حمل بھی ضائع ہو گیا۔ اور وہ بالآخر اسی کمزوری کے نتیجہ میں فوت ہوئیں اور پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ مکہ والوں نے آپ کے خلاف عرب کی آس پاس کی حکومتوں کو بھی اُکسایا تا کہ اس نوزائیدہ پودے کو [illegible] سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ لیکن [illegible] ایسے جانی اور خونی اور سازشی دشمنوں پر خدا نے آپ کو غلبہ عطا کیا اور مکہ فتح [illegible] تو آپؐ نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا کہ:

اذهبوا انتم الطلقاء

جاؤ میں تمہیں چھوڑتا اور معاف کرتا ہوں"۔

عین جنگ کی حالت میں بھی دشمن پر رحم کا جذبہ غالب تھا۔ چنانچہ آپ اپنی لڑائیوں میں یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ اپنے سامنے جنگجو دشمن کے منہ پر تلوار کا وار نہ کیا کرو بلکہ ایسی طرح مارو کہ یا تو وہ مر جائے اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور یا اگر وہ بچے تو اس کے لئے اس کی زندگی اجیرن نہ ہو جائے اور فرماتے تھے کہ "ضرب لگانے میں بھی مومن کو رحم دل ہونا چاہیئے"۔

دعوئے نبوت کے بعد آپ کا ابتدائی زمانہ بہت تنگی اور عسرت میں گزرا حتی کہ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے آپ پیٹ پر پتھر باندھ کر گذارا کرتے تھے۔ جب اس کے بعد فراخی کا زمانہ آیا۔ اور قیصر وکسریٰ کی دولتیں مدینہ میں سمٹ سمٹ کر آنے لگیں اور خورد ونوش کے بہتر سامان میسر آ گئے۔ تو بعض اوقات حضرت عائشہ رضؓ میدے کی نرم نرم روٹیاں کھاتے ہوئے آنسو بہاتی تھیں اور ساتھ ساتھ کہتی جاتی تھیں کہ یہ روٹیاں میرے گلے میں پھنستی ہیں۔ کیونکہ خدا کی قسم یہ نرم روٹیاں تو درکنار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں جو کی کھردری روٹی بھی دو دن تک اوپر تلے میسر نہیں آئی۔ پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری زمانہ میں کسی قدر فراخی میسر آ گئی تھی۔ اور آپ سارے عرب کے سردار بن چکے تھے مگر باینہمہ اپنے لئے آپؐ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ "الفقر فخری" یعنی یہ تنگی بھی میرے لئے فخر کا موجب ہے"۔ ایک دفعہ جب آپؐ وسیع حکومت کے حکمران تھے۔ ایک بوڑھی عورت آپؐ کے پاس ایک فرمائش لے کر آئی۔ لیکن آپ کے خداداد رعب کی وجہ سے آپ کو دیکھ کر کانپنے لگ گئی۔ اور منہ سے کچھ بول نہ سکی۔ آپؐ اُس کی یہ حالت دیکھکر جلدی سے اس کی طرف بڑھے اور اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ "مائی ڈرو نہیں۔ ڈرو نہیں میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ بلکہ تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں"۔ ایک اور بوڑھی غیر معروف سی عورت مسجد نبوی میں ثواب کی خاطر جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ بیچاری چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئی۔ آپؐ نے جب دیکھا کہ اب وہ مسجد میں نہیں آتی تو صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ اس ضعیفہ کا کیا حال ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بیچاری تو چند دن بیمار رہ کر اللہ کو پیاری ہو گئی۔ آپؐ نے غم کے انداز میں فرمایا مجھے کیوں اطلاع نہیں دی میں اس کا جنازہ پڑھتا"۔ اور پھر آپؐ نے اس کی قبر پر جا کر دعا فرمائی۔

دوسری قوم کے لیڈروں کا اتنا اکرام تھا کہ اکثر فرماتے تھے کہ اذا جاءکم کریم قوم فاکرموه۔" یعنی جب تمہارے پاس کسی قوم کا رئیس اور لیڈر آئے تو اس کی واجبی عزت کیا کرو"۔ اور آپؐ نے باوجود ذاتی طور پر انتہائی سادگی کے اپنے لئے ایک خاص لباس رکھا ہؤا تھا تا کہ دوسری قوموں کے وفدوں کی ملاقات کے وقت پہنا جائے۔ اس میں اپنی خواہش کا کوئی دخل نہیں تھا۔ بلکہ محض دوسری اقوام کا اکرام ملحوظ تھا مرض الموت میں صحابہؓ سے فرمایا۔ "میری وفات کے بعد وفدوں کے اکرام میں فرق نہ آنے دینا"۔

میرا یہ قلم برداشتہ مضمون میرے ابتدائی اندازے سے اور غالباً الفضل کی موجودہ گنجائش کے لحاظ سے بھی کچھ زیادہ لمبا ہو گیا ہے۔ اس لئے ایک آخری بات کہہ کر اسے ختم کرتا ہوں۔ خدا کا یہ رحمۃ للعالمین وجود (فخر اولین و آخرین (فداہ نفسی) انسان تو انسان جانوروں اور حیوانوں تک کے لئے بھی ایک رحمت تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "فی کلّ کبد حرّا اجرٌ" یعنی یہ نہ سمجھو کہ صرف انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہی ایک نیکی ہے بلکہ ہر جاندار چیز کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس پر رحم کرنا خدا کے نزدیک ایک قابل اجر نیکی شمار ہوتی ہے۔ اس کی مثال میں فرماتے تھے کہ "ایک فاحشہ عورت تھی اس نے ایک دفعہ ایک کتے کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے بے حال ہو رہا اور قریب وجوار میں کوئی پانی نہیں تھا اس غریب عورت کو کتے کی یہ حالت دیکھ کر اس پر رحم آیا اور وہ ایک تاریک کنوئیں میں بڑی مشکل سے اتری اور اپنے چمڑے کے موزے میں اس کتے کے لئے پانی بھر کر باہر لائی اور کتے کو پلایا۔ خدا کو اس کی یہ نیکی اتنی پسند آئی کہ اس نیکی کی وجہ سے اسے بخش دیا۔ اور خدا کی توفیق سے اس عورت کی آئندہ زندگی نیکی میں گذرنے لگی"۔ ایک دفعہ آپؐ نے ایک اونٹ کو دیکھا کہ وہ اپنے اوپر لدے ہوئے بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے بہت کراہ رہا تھا۔ آپؐ یہ نظارہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور اونٹ کی پیٹھ پر محبت کے ساتھ ہاتھ پھیر کر اسے تسلی دی۔ اور اونٹ کے مالک کو ناراضگی کے ساتھ فرمایا "یہ بے زبان جانور ہیں ان پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم کیا جائے"۔

اب میں اس مختصر سے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ تو ایک ایسا سمندر ہے کہ اس کی وسعت اور گہرائی کی کوئی انتہا نہیں مگر اس وقت اس سمندر کے یہ چند قطرے ہی پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند ترین مقام اور اعلیٰ ترین کردار کا اندازہ کرنے کے لئے آپؐ کی سیرت کے کسی ایک پہلو کا ہی مطالعہ کافی ہے۔ بشرطیکہ یہ مطالعہ پاک نیت اور دل کی صفائی پر مبنی ہو۔ لاجرم حق وہی ہے۔ جو مقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا ہے کہ:-

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

خاکسار خاکپائے رسولؐ
مرزا بشیر احمد ربوہ ۲۹-۹-۵۹

(الفضل ۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۹ء سیرت خاتم النبیین نمبر)

ضروری اعلان

جملہ جماعتہائے احمدیہ علاقہ بنگال اور اڑیسہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل کلکتہ میں بطور مبلغ سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فیصلہ کے مطابق متعین کئے گئے ہیں۔ اور وہ علاقہ بنگال اور اڑیسہ کے انچارج مبلغ ہیں۔ لہٰذا اس علاقہ کی جملہ جماعتہائے احمدیہ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ انچارج سے جملہ جماعتی امور میں تعاون حاصل کریں

ناظر اعلیٰ قادیان

ضروری اعلان

دفتر وقف جدید کی طرف سے دو دسمبر ۵۹ء کو ایسی جماعتوں کی فہرست شائع ہونے والی ہے جو ۳۰ر نومبر ۵۹ء تک وقف جدید کے وعدے سو فی صدی ادا کر دیں گے۔ لہٰذا جملہ عہدیداران حضرات کو اس امر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کی جماعت کا نام اس فہرست میں آنے سے نہ رہ جائے۔ بعض بڑی اور مستعد جماعتیں بھی ایسی ہیں جن کی طرف ابھی بھاری رقم بقایا ہے انہیں خاص طور پر فکر کرنی چاہیئے۔ کہ وہ اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے یہاں پر بھی سر فہرست موجود ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق بخشے اور ان کی مساعی میں برکت ڈالے۔ آمین۔

انچارج وقف جدید قادیان

ضمیمہ اخبار بدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم   و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

تحریک جدید مومنوں کے جذبۂ ایثار اور جوش عمل کی ایک زندہ مثال ہے

موجودہ وقت کی قدر کرو اور اپنے لئے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرو

تا

خدا تعالیٰ کے سامنے بھی تم سرخرو ہو جاؤ اور آئندہ نسلیں بھی تمہارا نام عزت سے لیں۔

ذیل کی تقریر سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اُس تقریر کا حصہ ہے جو حضور نے مجلس مشاورت ۱۹۳۷ء کے موقعہ پر فرمائی۔

تحریک جدید کے مالی جہاد کا سال ۲۵ عنقریب ختم ہونے والا ہے اور جماعتہائے احمدیہ ہندوستان میں ایک خاصی تعداد ایسے دوستوں کی ہے جن کے ذمہ تحریک جدید کے وعدے قابل ادا ہیں لیکن حضور کے ارشادات کی روشنی میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے جملہ احباب جلد از جلد اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے ماہ نومبر ۱۹۵۹ء تک اپنے بقایوں اور وعدے ادا کر کے زِیرک شناسی کا ثبوت دیں۔ اللہ تعالیٰ تمام دوستوں کو اس کی توفیق دے۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

تحریک جدید کے مطالبات

کے سلسلہ میں ایک دفعہ پھر دوستوں کو چندوں کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہوا دوستوں نے درحقیقت

اس کام کی عظمت

کو ابھی سمجھا ہی نہیں۔ جو تحریک جدید کے ماتحت خدا تعالیٰ کے فضل سے جاری ہے . . . . لیکن چندوں کی ادائیگی کی رفتار بہت سست ہے میں نے کئی دفعہ بتلایا ہے کہ تحریک جدید کا چندہ طوعی ہے۔ جبری نہیں۔ اور جب یہ طوعی ہے اور اس کا وعدہ کرنا ہر شخص کی اپنی مرضی پر منحصر ہے تو اپنی خوشی سے کئے ہوئے وعدہ کے پورا کرنے میں بھی اگر سستی پائی جائے تو کس قدر قابل افسوس ہے۔ اگر طوعی اور اپنی مرضی کے چندوں میں بھی دوست اس قسم کی سستی دکھائیں تو جبری چندوں میں ان کا تساہل کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پس میں دوستوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان چندوں کی ادائیگی کی طرف خود بھی توجہ کریں اور اپنی اپنی جماعتوں میں جا کر دوسرے لوگوں کو بھی توجہ دلائیں جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ جماعت میں اب آہستہ آہستہ تحریک جدید سے اور چندہ کی ادائیگی کی رفتار میں سرعت پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ جماعتوں کو بار بار توجہ دلائی جائے۔ میں نے پچھلے سال یہ کہہ دیا تھا کہ جو شخص میعاد مقررہ میں چندہ نہیں دے گا بعد میں اس کی طرف سے چندہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اب تازہ اعلان میں یہ کرتا ہوں کہ جس نے گزشتہ کسی سال کا چندہ ادا نہیں کیا، وہ ہم سے

اس کی معافی لے لے

یا وہ چندہ ادا کرے تا خدا تعالیٰ کے نزدیک گنہگار نہ ہو۔ اگر تم وہ چندہ ادا نہیں کر سکتے تو تم ہمیں لکھ دو کہ ہمارے حالات اب ایسے ہو گئے ہیں کہ ہمارے لئے چندہ ادا کرنا مشکل ہے ہم تمہیں فراخدلی سے معاف کر دیں گے۔ اور اگر چندہ ادا کر سکتے ہو تو ادا کرو۔ بہر حال دونوں راستے تمہارے لئے کھلے ہیں۔ اگر اس کے باوجود کوئی شخص محض عزت نفس کے لئے معافی طلب نہیں کرتا اور نہ چندہ ادا کرتا ہے تو گویا وہ خدا تعالیٰ کا گنہگار ہونا تو پسند کرتا ہے لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ لوگ اس کی طرف انگلی اُٹھائیں حالانکہ جب میں کسی کو معاف کر دوں تو دوسروں کا انگلی اُٹھانا اور کسی کو مطعون کرنا محض ظلم ہے۔ میں جب کسی کو خوشی سے معاف کر دوں تو دوسرے کا کوئی حق نہیں کہ وہ پھر بھی دوسرے پر اعتراض کرے۔ پس میں دوستوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ یہ نہایت ہی اہم کام ہے

ایک عظیم الشان سکیم ہے

جو میرے مدنظر ہے۔ اگر ان مطالبات میں ہی احباب سستی دکھانے لگے تو دوسرے مطالبات کس طرح پیش کئے جا سکتے ہیں اسی طرح امانت فنڈ کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی اس میں بھی اب سستی ہو رہی ہے۔ اور دوستوں کو چاہیئے کہ اسے دور کریں۔ سادہ زندگی اور ایک کھانا کھانے کے متعلق جو میری تحریک ہے اس پر البتہ جماعت کا بیشتر حصہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عمل کر رہا ہے۔ گو کچھ نہ کچھ کمزور لوگ ہر جماعت میں موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں میں بھی یہ مرض پایا جاتا ہے۔ گو پہلے سے بہت کم ہے۔ ایک دوست ایک دفعہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے آپ کی بیوی کے پانچ پانچ سو روپے کا ایک ایک جوڑا ہے۔ میں نے کہا اگر چاہو تو ابھی تلاشی لے لو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات کس حد تک صحیح ہے۔ تو ایسے کمزور لوگ جو بہانے بنا بنا کر اپنے آپ کو اس تحریک کے مطالبات پر عمل کرنے سے آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر باقی جماعت نے اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ چندے کے وعدے بھی اچھے کئے ہیں۔ اور ادا بھی بہت حد تک کیا ہے۔ امانت فنڈ میں بھی کافی حصہ لیا ہے گو اتنا نہیں جتنا میری خواہش تھی . . .

. . . .

بیرونی ممالک میں نکل جانے کے متعلق بھی جماعت نے اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ غرض

انیس مطالبات

میں سے سات آٹھ مطالبے ایسے ہیں جن کو جماعت نے عمدگی سے پورا کیا ہے باقی تمام مطالبات ایسے ہیں جن کی طرف جماعت کو ابھی توجہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خصوصاً بیکاری دور کرنے اور اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کے متعلق جو میری نصیحت تھی اس کے مطابق صرف ایک فی صدی کام ہوا ہے۔ اور ننانوے فی صدی کام باقی ہے۔

پس ان امور کی طرف میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں اور انہیں بتاتا ہوں کہ

ہر قربانی دوسری قربانی کیلئے ایک زینہ کے طور پر ہوتی ہے

اگر کوئی شخص ایک زینہ پر قدم نہیں رکھتا تو اس سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ دوسرے زینے پر چڑھ سکے گا۔

طرح اگر کسی شخص نے ان مطالبات کے پورا کرنے میں حصہ نہیں لیا تو اس سے یہ امید کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ اگلی سکیموں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گا۔ کسی کو کیا پتہ کہ اگلی سکیم کیسی ہو۔ اور اس کے لئے کتنی بڑی قربانیوں اور ایثار کی ضرورت ہو لیکن اگر آپ یہ چھوٹی چھوٹی قربانیاں کریں گے اور شوق سے ان میں حصہ لیں گے تو اللہ تعالےٰ آپ کو ان سے بڑی بڑی قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے گا۔ پس اس طرف میں دوستوں کو خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔ جو دوست یہاں بیٹھے ہیں وہ توجہ کریں۔ اسی طرح تحریک جدید کے بقایوں کے متعلق بھی لوگوں کو جا کر کہو اور انہیں مجبور کرو کہ یا تو وہ اپنے بقائے ادا کریں اور اگر بقائے ادا کرنے سے معذور ہیں۔ تو مجھ سے معافی مانگ لیں۔ میں فراخ دلی سے انہیں معاف کرنے کے لئے تیار ہوں

--- ✣ --- ✣ --- ✣ ---

اس کے بعد اصولی طور پر میں ان آیات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو میں نے اس وقت تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

کہ اے انسان تیرے سوا جتنی بھی مخلوق ہے ذرہ بلا استثناء تسبیح الٰہی کر رہی اور اللہ تعالےٰ کی پاکیزگی ثابت کر رہی ہیں۔ صرف ایک تیرا وجود ہی ہے جو استثناء رکھتا ہے۔ باقی سب اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ یہاں تک شیطان بھی اور فرشتے بھی اور نیچر بھی غرض زمین و آسمان کی کوئی چیز ایسی نہیں جو تسبیح نہ کر رہی ہو وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور خدا غالب حکمت والا ہے۔ یعنی دنیا ثبوت دے رہی ہے اس بات کا کہ خدا غالب ہے۔ اور دنیا ثبوت دے رہی ہے اس بات کا کہ خدا حکمت والا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔

اب چونکہ

صرف ایک انسان ہی ایسا رہ گیا

تھا جس کے متعلق یہ سوال ہو سکتا تھا کہ وہ تسبیح کرتا ہے یا نہیں۔ اسلئے فرماتا ہے۔ تم جانتے ہو کافروں کو وہ تسبیح الٰہی نہیں کرتے۔ اُن سے اگر کہا بھی جائے گا تو وہ کہیں گے ہم خدا کو کب مانتے ہیں کہ اس کی تسبیح کریں۔ پس جب انسانوں میں سے بھی کافر مستثنیٰ ہو گئے تو تسبیح کرنے والے صرف مومن رہ گئے۔ اور مومنوں کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ میرے جلال اور میری بڑائی کو دنیا میں ظاہر کرنے کا صرف تم ہی ایک ذریعہ رہ گئے تھے۔ مگر حالت یہ ہے تم میں سے بھی ایک حصہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ۔ اس صورت میں تو میری تسبیح انسانوں میں اور بھی محدود ہو گئی۔ انسانوں کے سوا تو زمین و آسمان میں جس قدر چیزیں ہیں وہ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی تسبیح کر رہی ہے اور انسانوں میں سے کفار یوں مستثنیٰ ہو گئے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ تعالےٰ کے وجود اور اس کی قدرتوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے اس لئے فرماتا ہے اے مومنو! کم سے کم تم جو تھوڑے سے رہ گئے تھے تمہارا فرض تھا کہ تم اپنے عمل سے بتا دیتے کہ انسان بھی اللہ تعالےٰ کی تسبیح کر رہا ہے۔ لیکن اگر تم میں سے بھی ایک حصہ ایسا ہو جو تسبیح نہ کرتا ہو اور دعوے تو بہت بڑا کرتے ہو لیکن عملی قربانیوں میں سست ہو تو بتاؤ تسبیح الٰہی کا نظارہ دنیا کے انسانوں میں سے کون دکھائے گا۔ پس الّا ماشاء اللہ اگر کوئی کمزور ہو تو اس کو چھوڑ کر

تمہاری اکثریت ایسی ہونی چاہیئے

کہ اس کے منہ سے جو الفاظ نکل جائیں وہ اٹل ہوں اور جو اقرار وہ کرے اُسے ہر قربانی کر کے پورا کرنے والی ہو۔ صحابہؓ پر دیکھو اس تعلیم کا کتنا اثر ہوا۔ انہوں نے یہاں تک اپنے وعدوں کو پورا کیا کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں ان کی تعریف کرتا اور فرماتا ہے۔ مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت نے ہماری اس نصیحت کو سن کر ایسا عمل کیا ایسا عمل کیا کہ ان میں سے بعض نے تو اپنے فرائض ادا کر دیئے اور بعض اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے پوری مستعدی کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ یہ آیت خصوصیت سے ایک صحابی پر چسپاں ہوتی ہے اور اسی صحابی کا واقعہ اس آیت کا شان نزول ہے۔ دراصل

شانِ نزول

کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس واقعہ کی وجہ سے آیت نازل ہوئی۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اس آیت کی زندہ مثال فلاں صحابی میں پائی جاتی ہے۔ تو صحابہ اس آیت کے زندہ ثبوت کے طور پر ایک صحابی کا واقعہ پیش کیا کرتے تھے۔ بدر کی جب جنگ ہوئی وہ صحابی اس میں شامل نہ ہو سکے۔ جب جنگ ہو چکی اور انہیں معلوم ہوا کہ اس طرح کفار سے ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی ہے تو انہیں اپنے شامل نہ ہونے کا بہت ہی افسوس ہوا۔ اور اس کا ان کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد جب کسی مجلس میں بدر کی جنگ کا ذکر آتا اور وہ سنتے کہ فلاں نے یوں بہادری دکھائی اور فلاں نے اس طرح کام کیا۔ تو وہ سنتے سنتے کہہ اٹھتے۔ اچھا کیا۔ اچھا کیا۔ لیکن اگر میں ہوتا تو بتاتا کہ کس طرح لڑا کرتے ہیں۔ لوگ سن کر ہنس دیتے کہ اب اس قسم کی باتوں کا کیا فائدہ۔ مگر ان کا جو جوش تھا۔ وہ سچ کا جوش تھا۔ کسی عارضی جذبہ کے ماتحت نہیں تھا بلکہ عشق و محبت کی وجہ سے وہ گھلے جا رہے تھے اور انہیں یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ کاش انہیں بھی خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کا موقعہ ملے۔ آخر خدا تعالےٰ نے

اُحد کی جنگ کا موقعہ

پیدا کر دیا۔ اس جنگ میں جب مسلمانوں نے کفار کے لشکر کو شکست دے دی۔ اور ان کی فوجیں پراگندہ ہو گئیں تو ایک درہ تھا جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی چن کر کھڑے کئے تھے۔ اور حکم دیا تھا کہ خواہ جنگ کی کوئی حالت ہو۔ تم نے اس درہ کو نہیں چھوڑنا جب کفار کا لشکر منتشر ہو گیا۔ تو انہوں نے غلطی سے اجتہاد کیا۔ کہ اب ہمارے یہاں ٹھہرے رہنے کا کیا فائدہ۔ ہم بھی چلیں اور غنیمت کا مال حاصل کریں۔ چنانچہ ان میں سے سات آدمی درہ چھوڑ کر چلے آئے اور صرف تین پیچھے رہ گئے۔ ان کے سردار نے انہیں کہا بھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ہم درہ چھوڑ کر نہ جائیں۔ مگر انہوں نے کہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب تو نہ تھا کہ فتح ہو جائے تب بھی یہیں کھڑے رہو۔ آپ کے ارشاد کا تو یہ مطلب تھا کہ جب تک جنگ ہوتی رہے درہ نہ چھوڑو۔ اب چونکہ

فتح ہو چکی ہے

اس لئے یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت خالد بن ولید جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے نوجوان تھے اور ان کی نگاہ بہت تیز تھی۔ وہ جب اپنے لشکر سمیت بھاگے چلے جا رہے تھے تو اتفاقاً پیچھے کی طرف نظر جو ڈالی تو دیکھا درہ خالی ہے اور مسلمان فتح کے بعد مطمئن ہو گئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی انہوں نے لشکر میں سے چند آدمی منتخب کئے اور اس درہ کی طرف سے چڑھ کر یکدم مسلمانوں کی پشت پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ حملہ چونکہ بالکل غیر متوقع تھا اس لئے ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ اور بوجہ بکھرے ہوئے ہونے کے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے اور میدان پر کفار نے قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد

صرف بارہ صحابہؓ

رہ گئے۔ جن میں حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ اور ایک وقت تو ایسا آیا کہ بارہ بھی نہیں صرف چند آدمی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد رہ گئے اور کفار نے خاص طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر تیر اندازی شروع کر دی۔ صحابہؓ نے اس وقت سمجھا کہ اب ہماری خاص قربانی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ کی طرف کھڑے ہو گئے۔ تا اس طرف سے کوئی تیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آ کر نہ لگے اور

حضرت طلحہؓ

آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

اور انہوں نے اس جگہ جہاں سے تیر گذر کر آتے تھے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ تاکہ تیر ان کے ہاتھ پر لگیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم تک کوئی تیر نہ پہونچ سکے۔ اسی طرح اور صحابی بھی ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ چونکہ اس وقت تیروں کی سمت لوچھاڑ ہو رہی تھی اس لئے جس قدر صحابہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد کھڑے تھے۔ وہ گردن سے لے کر زانووں تک تیروں سے زخمی ہو گئے۔ اور ایک انچ جگہ بھی ایسی نہ رہی جہاں انہیں تیر نہ لگا ہو۔ اور حضرت طلحہ رض کا ہاتھ تو تیر لگتے لگتے بالکل شل ہو گیا۔ اور ساری عمر کے لئے ناکارہ ہو گیا۔ بعد میں وہ ایک جگہ کسی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک منافق نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس ٹنڈے کی یہ بات ہے۔ حضرت طلحہ رض نے یہ سن کر کہا۔ تمہیں پتہ ہے میں کس طرح ٹنڈا ہوا۔ پھر انہوں نے اُحد کی جنگ کا قصہ سنایا اور بتایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے اپنا ہاتھ پھیلائے کھڑا رہا۔ اور جو تیر بھی آیا وہ میں نے اپنے ہاتھ پر لیا۔ یہاں تک کہ تیروں کی بوچھاڑ نے اسے شل کر دیا۔ کسی نے کہا آپ اس وقت درد سے کراہتے نہ تھے۔ وہ کہنے لگے میں درد سے کس طرح کراہ سکتا تھا۔ اگر کراہتا تو میرا ہاتھ ہل جاتا اور تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگ جاتا۔ جب دشمنوں کی تیر اندازی بھی رائیگاں گئی۔ تو انہوں نے یکدم ریلہ کر دیا۔ اور وہ بارہ آدمی بھی دھکیلے گئے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپ پر بعض اور صحابہ رض جو آپ کی حفاظت کر رہے تھے شہید ہو کر گر گئے اور اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سنکر بعض کمزور تو مدینہ کو واپس چلے گئے کہ وہاں کے لوگوں کو اطلاع دیں اور باقی صحابہ رض میدان جنگ میں گھبرائے گھبرائے پھرنے لگ گئے۔ حضرت عمر رض پر اس خبر کا یہ اثر ہوا کہ آپ ایک چٹان پر بیٹھ کر رونے لگ گئے۔ اس وقت بعض صحابہ رض ایسے بھی تھے جنہیں اس

امر کی اطلاع نہ تھی۔ کیونکہ وہ فتح کے بعد ایک طرف ہو گئے تھے اور انہیں یہ معلوم بھی نہ تھا کہ کفار نے دوبارہ حملہ کر دیا ہے۔ انہیں میں وہ صحابی رض بھی تھے جو ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں جنگ بدر میں شامل ہوتا تو یوں کرتا انہیں اس وقت بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ ٹہلتے ٹہلتے کھجوریں کھا رہے تھے۔ چلتے چلتے وہ حضرت عمر رض کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ گھبرا کر پوچھا کہ عمر یہ رونے کا کونسا مقام ہے۔ اسلام کو فتح حاصل ہوئی ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رض نے کہا کہ تم کو پتہ نہیں دشمنوں نے دوبارہ حملہ کیا ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے عمر تمہاری عقل بھی خوب ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو پھر ہمارے

اس دنیا میں رہنے کا کیا فائدہ

ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے کھجور کی طرف دیکھا اور کہا میرے اور جنت میں کیا چیز حائل ہے۔ صرف یہ کھجور۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے کھجور کو زمین پر پھینک دیا اور کہا عمر دیکھو رہے ہو جہاں محمد صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہیں وہاں ہم بھی جائیں گے۔ چنانچہ تلوار لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس قدر جوش سے لڑے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر شہید ہو گئے۔ بعد میں صحابہ رض نے ان کی نعش کو دیکھا تو ان کے جسم پر ستر زخم تھے۔ تو صحابہ رض یہ مثال پیش کیا کرتے تھے۔ منهم من قضى نحبه کی۔ کہ بعضوں نے اپنے فرائض کو جو ان پر خدا تعالےٰ کی طرف سے عائد ہوتے تھے ادا کر دیئے اور بعض یقین اور صدق سے بیٹھے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ان کا وجود بھی اسلام کی خدمت کے لئے کام آئے گا۔ یہ گواہی ہے جو صحابہ رض کے متعلق خدا تعالےٰ نے دی۔ اس کو اپنے سامنے رکھو اور پھر غور کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون۔ خدا تعالےٰ کے حضور یہ سخت ناپسندیدگی کی بات ہے کہ تم کہتے ہو مگر کرتے نہیں۔ فرماتا ہے بعض

چیزیں جبری ہوتی ہیں۔ اور بعض طوعی۔ جبری تو بہر حال پوری کرنی پڑیں گی۔ اور جو طوعی ہوں ان کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ یا تو وعدہ ہی نہ کیا کرو اور اگر وعدہ کرو تو پھر اُسے پورا کرو۔ چاہے تمہیں کس قدر قربانی کرنی پڑے۔ ہندوؤں میں

ایک قصہ مشہور ہے

وہ یہ تو قصہ مگر ہم اُس سے بہت کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کوئی راجہ تھا جس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ تین خدا ہیں۔ برہما۔ وشنو اور شو جی۔ برہما پیدا کرتا ہے وشنو رزق دیتا ہے اور شو جی مارتا ہے۔ اس تقسیم کی وجہ سے ہندوؤں میں برہما کی پوجا نہیں کی جاتی۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں پیدا تو ہم ہو ہی گئے ہیں۔ اب ہمیں روٹی کی ضرورت اور اس بات کی ضرورت ہے کہ زندہ رہیں۔ پس وہ وشنو اور شو جی کی پوجا کرتے ہیں برہما کی نہیں کرتے۔ لیکن اُس راجہ کے ہاں چونکہ اولاد نہیں ہوتی تھی اور اولاد دینا برہما کا کام تھا۔ اس لئے اس نے برہما کی پرستش شروع کر دی۔ آخر اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جب وہ گیارہ سال کا ہوا اور عقل اس کی پختہ ہونی شروع ہوئی۔ تو اس نے اپنے باپ سے کہا آپ برہما کی کیوں پرستش نہیں کرتے اور اس کے احسان کے بدلہ میں بے وفائی کیوں دکھلاتے ہیں۔ باپ نے کہا جب برہما نے ہمارا کام کر لینا ہے اب تو ہم شو جی کی پوجا کریں گے تا وہ تم کو زندہ رکھے۔ بیٹے نے کہا۔ میں تو برہما کی پرستش کروں گا۔ اُسی نے مجھے پیدا کیا ہے اور اُسی کے احسان کا میں شکر ادا کروں گا۔ اس پر باپ بیٹے میں اختلاف ہو گیا۔ اور یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ باپ نے غصہ میں آکر دعا کی شو جی میرے بیٹے کو مار ڈالو۔ یہ بڑا ناخلف اور نالائق ہے۔ چنانچہ شو جی نے اُسے مار دیا۔ برہما کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ کہنے لگے کہ میری پرستش کرنے کی وجہ سے یہ لڑکا مارا گیا ہے۔ میں اسے زندہ کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے زندہ کر دیا۔ شو جی نے اُسے پھر مار دیا۔ برہما کو پھر جوش آیا اور انہوں نے اُسے پھر زندہ کر دیا۔ غرض ایک لمبے عرصہ تک برہما زندہ کرتے اور شو جی مار دیتے۔ شو جی مارتے اور برہما زندہ

کرتے۔

یہ ہے تو قصہ مگر سبق سے خالی نہیں۔ اس میں یہ سبق ہے۔ کہ جب خدا تعالےٰ کے لئے کوئی شخص اپنی جان دیتا ہے تو کون ہے جو اُسے مار سکے۔ وہی تو پیدا کرنے والا ہے۔ اور جب وہی پیدا کرنے والا ہے۔ تو اس پر موت آ کس طرح سکتی ہے۔ پس اس قصہ میں سبق ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص خدا تعالےٰ کے لئے مرتا ہے۔ تو

وہ مرتا نہیں

دیکھو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربان کیا۔ مگر کیا ان کی قربانی رائیگاں گئی اور کیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہمیشہ کے لئے زندہ نہ ہو گئے؟

پس اگر کوئی اپنی مرضی سے چندہ لکھاتا اور کسی قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے عہد کو نبھائے۔ خواہ کس قدر ہی تکلیف ہو۔ اور یقین رکھے کہ خدا تعالےٰ کے لئے موت قبول کرنے والا موت کا شکار نہیں ہوتا۔ بلکہ

موت سے محفوظ

ہو جاتا ہے۔ اور جس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی نہ ہو۔ وہ وعدہ کرے ہی نہ۔ کیونکہ کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہم اس بات سے سخت ناراض ہوتے ہیں۔ کہ تم خوشی سے ایک عہد کرو۔ اور پھر عملی رنگ میں اسے پورا نہ کرو۔

اس کے بعد فرماتا ہے۔

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص۔

اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ جو اس کی راہ میں یوں جنگ کرتے ہیں گویا وہ ایسی دیوار ہیں جن کے رخنے سیسہ ڈال ڈال کر پر کئے گئے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مومن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ

متحد ہو کر رہیں

چنانچہ دیکھو نمازوں کے وقت بھی صفیں سیدھی رکھی جاتی ہیں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم صفیں ٹیڑھی کرو گے تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اس کے معنے یہی ہیں کہ جس طرح باطنی رخنے خرابی کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ظاہری رخنے بھی خرابی کا موجب ہوتے ہیں۔ گویا نماز کی ظاہری صف کے ٹیڑھے ہونے کو بھی اسلام پسند نہیں فرماتا۔ مطلب یہ کہ دلوں میں رخنے ہوں۔ اور اتحاد کی بجائے بغض اور عناد بھرا ہوا ہو۔ پھر دیوار کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے اسی امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ مومن کا کام یہ ہے۔ کہ نہ صرف دینی امور میں وہ خود مضبوط ہو بلکہ دوسروں کو بھی مضبوط رکھے۔ جیسے اینٹیں جب دیوار پر لگائی جاتی ہیں اور ان پر سیمنٹ کا پلستر کر دیا جاتا ہے تو وہ مل کر ایک دوسری کو مضبوط بنا دیتی ہیں۔ پس مومن کا کام صرف یہی نہیں کہ وہ خود مضبوط ہے۔ بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ دوسروں کو بھی مضبوط بنائے

واذ قال موسیٰ لقومہ یاقوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم

جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے کیوں دکھ دیتے ہو؟

یہاں خدا تعالیٰ نے اگرچہ یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کیا دکھ دیا۔ لیکن سیاق کلام سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اس کا اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بھی بعض لوگ ایسے تھے جو باتیں بہت کرتے تھے مگر کام نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی انکی قوم کے بعض افراد نے ایسی حرکات کیں جن سے انہیں تکلیف ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہنا پڑا۔ کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ میری … تحریک میں شامل ہونا تمہاری اپنی مرضی پر منحصر ہے تو تم پہلے تو کہہ دیتے ہو کہ ہم بھی اس میں شامل ہونگے۔ لیکن درمیان میں آکر رخنہ ڈال دیتے ہو۔ اور اپنے وعدہ کو پورا نہیں کرتے۔ اب تم خود ہی بتاؤ کہ تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو اور

میری جاری کردہ سکیموں کو

تباہ کرتے ہو۔ لم تؤذوننی تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو۔ جبکہ تمہارے اختیار میں تھا کہ تم میری جاری کردہ تحریک میں شامل ہوتے یا نہ ہوتے پھر جبکہ تم نے اپنی خوشی سے اس میں شامل ہونا پسند کیا وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم اور تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں تو پھر اپنے اقرار کو کیوں پورا نہیں کرتے۔ گویا تم نے کسی بُرے کام کے متعلق وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ اس انسان کے ہاتھ پر وعدہ کیا ہے جس کی رسالت پر تمہارا یقین ہے ان حالات میں تمہارا فرض تھا کہ تم اس عہد کو پورا کرتے مگر تم نے اپنے عہد کو پورا نہ کر کے مجھے بہت دکھ دیا....

....حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس امر کا ذکر اپنی قوم کو زجر و توبیخ کے طور پر فرماتے ہیں تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے غلطی سے وعدہ کر دیا تھا۔ اسلئے ہمیں سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ وعدہ ناجائز تھا۔ کیونکہ اگر کسی غیر سے وعدہ ہوتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ ہمیں بعد میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ہمارا وعدہ درست نہیں لیکن تم تو میرے متعلق یہ یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ میں نے تم سے کسی بُرے کام کے متعلق وعدہ لیا۔ پس تم یہ عذر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر یہ عذر کرو تو تمہارے دین ایمان۔ انصاف اور دیانت کے بالکل خلاف ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ نصیحت جب انکی قوم نے نہ سنی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم یہ وہی مضمون ہے جو حدیثوں میں آتا ہے کہ اگر صفیں ٹیڑھی ہونگی تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائینگے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے جب بعض نے ان سنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو انکی صف ٹیڑھی ہوگئی اور انکی صف ٹیڑھی ہونے کے نتیجہ میں دل بھی آگے پیچھے کر دیئے گئے۔ اور ان کا امن اور اتحاد تباہ ہو گیا۔

واللہ لا یھدی القوم الفاسقین

اور اللہ تعالیٰ عہد شکنوں کی قوم کو کبھی کامیاب نہیں کیا کرتا۔ فسق کے معنے ہوا کرتے ہیں خروج عن الطاعۃ۔ اور فاسق اس کو کہتے ہیں جو اپنے عہد کی حدود سے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عہد شکنوں کی قوم

کو ہم کبھی کامیاب نہیں کرتے۔ وہی قوم کامیاب ہوتی ہے جو وعدہ کرتی اور پھر ہر حال میں عُسر ہو یا یُسر اُسے پورا کرتی ہے صحابہؓ میں یہی بات تھی۔ اور اسی وجہ سے دنیا ان پر ہاتھ اٹھانے سے ڈرتی تھی۔ آج ہم پر لوگ ہاتھ اٹھانے سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ رعب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا ہوا ہے وہ ان کے سامنے آجاتا ہے مگر ہر حال ہمیں سمجھنا چاہئے۔ کہ جب تک ہم اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے تبھی تک

اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت

بھی نازل ہوگی۔ اور اگر ہم نے اپنے عہدوں سے انحراف کیا تو خدا تعالیٰ کی نصرت بھی جاتی رہے گی۔

پس آج میں پھر تمام جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وعدوں کو پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو وعدے ہی نہ کیا کرو۔ اور اگر اپنی خوشی سے وعدے کرو تو پھر چاہے موت آجائے چاہے ذلت برداشت کرنی پڑے ان وعدوں کو پورا کرو۔ اور اگر دیکھو کہ وعدے پورے کرنے کی تم میں استطاعت نہیں تو تم میرے پاس آجاؤ میں تمہیں ہر وقت معاف کرنے کے لئے تیار ہوں اللہ تعالیٰ کے جو مستقل احکام ہیں۔ ان میں تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ مثلاً نماز ہے۔ اسے میں معاف نہیں کر سکتا۔ روزے ہیں وہ میں معاف نہیں کر سکتا۔ زکوٰۃ ہے وہ میں معاف نہیں کر سکتا۔ لیکن جو وقتی احکام ہوں۔ ان میں میں تبدیلی کر سکتا ہوں۔ پس کیوں جماعت کے لوگ جرأت کر کے میرے پاس نہیں آتے۔ اور اگر ان میں استطاعت نہیں تو وہ مجھ سے معافی کیوں نہیں لے لیتے۔ اور یا پھر ہمت کر کے ان وعدوں کو پورا نہیں کر دیتے؟ میں نہیں سمجھ سکتا ان دو باتوں کے علاوہ کوئی اور بھی راہ ہو۔ یا تو وہ وعدے جو تم نے اپنی خوشی سے کئے ہیں پورے کرو اور اگر پورے نہیں کر سکتے۔ تو میری طرف سے آزادی ہے۔ تم میرے پاس آؤ۔ اور اپنا معاملہ پیش کرو۔ میں ہر وقت اس پر ہمدردانہ طور پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اب تک ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی شخص نے چندہ کی معافی کی مجھ سے درخواست کی ہو۔ اور میں نے اُسے منظور نہ کیا ہو۔ پس کیوں آپ لوگ ان دونوں راہوں میں سے ایک راہ اختیار نہیں کرتے اور خواہ مخواہ گنہگار بنتے ہیں۔ اب آپ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہم سادہ زندگی اختیار کریں گے۔ مگر پھر لوگوں میں یہ کہتے پھرتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح سات سات کھانے کھاتے ہیں ایسے جھوٹ کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ پس آپ لوگوں نے تحریک جدید کے متعلق جو وعدے کئے ہیں ان کے متعلق وہ

طریق عمل

اختیار کریں جو میں نے بتایا ہے۔ یا تو اپنے وعدوں کو پورا کریں اور یا پھر مجھ سے معافی لے لیں۔ جو مستقل شرعی احکام ہیں ان کے متعلق یقین رکھیں کہ میں ان میں کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن جو سلسلہ نے بیان کیا ہے وہ بدل بھی سکتا ہے اور اسکی تبدیلی اور تغیر میرے ہاتھ میں ہے۔

اس کے بعد میں دوبارہ احباب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے دلوں میں یہ عہد کر کے جائیں کہ وہ اپنے وعدوں کو پورا کریں گے۔ اور خواہ انہیں کس قدر تکلیف اٹھانی پڑے وہ تکلیف اُٹھا کر بھی اپنے وعدوں کو نبھائیں گے۔

جماعت ہائے احمدیہ کے زیر اہتمام
مختلف مقامات میں سیرت النبی کے کامیاب جلسے

چودوار

جماعت احمدیہ چودوار اور او۔ ایم پی کٹک کے مشورہ سے مورخہ ۱۲-۹-۵۹ کو سیرۃ النبی کا جلسہ نیا باز ار کٹک میں زیر صدارت جناب درگا پون پٹنائک منایا گیا۔ تلاوت قرآن مجید و نظم کے بعد مکرم مولوی سید غلام مہدی صاحب ناصر مبلغ سلسلہ احمدیہ نے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح آج ساری دنیا اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کو اپنانے کے لئے مجبور ہو رہی ہے جن اصولوں پر چل کر عرب کے اس زمانہ کے وحشی لوگ با اخلاق انسان اور باخدا انسان بن گئے تھے آپ کی یہ تقریر اڑیہ زبان میں تھی۔ جو خاص دلچسپی سے سنی گئی اور بہت مقبول ہوئی۔ جلسہ کے اختتام پر صدر جلسہ نے خواہش کی کہ گاہے گاہے ہم کو ایسی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہا کریں۔

جلسہ کے انتظامات میں مکرم ناظر خان صاحب سیکرٹری تبلیغ او۔ ایم۔ پی کٹک مکرم شیخ خدا بخش صاحب اور شیخ عبد الغفور صاحب نے نمایاں حصہ لیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

جمشید پور

حسب اعلان مورخہ ۱۲-۹-۵۹ کو زیر صدارت مکرم پراونشل امیر صاحب جلسہ سیرۃ النبی صلعم منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد اول نمبر پر مکرم مولوی عبد المجید صاحب امیر جماعت احمدیہ جمشید پور نے سرور کائنات کے مقام محمود پر فائز ہونے پر تقریر کی۔ اور آپ کی نرالی شان بیان فرمائی۔

دوسری تقریر مکرم مولوی مصلاح الدین صاحب آف آرہ مبلغ مونگیر نے آنحضور کے اسوہ حسنہ پر فرمائی۔ اور بتایا کہ آج بھی مشکلات کا حل حضور کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے ہو سکتا ہے

تیسری تقریر مکرم سید محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر بہار کی تھی آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں ظہر الفساد فی البر والبحر کی تفسیر فرمائی۔ اور بتایا کہ کس طرح عرب کے غیر متمدن لوگوں نے آپ کی تعلیم پر عمل کر کے اپنی حالت کو بدل لیا۔ آج بھی اگر دنیا ان اصولوں پر عمل کرے تو عروج حاصل کر سکتی ہے

تیماپور

مقامی جماعت کے فیصلہ کے مطابق جلسہ سیرت النبی صلعم مورخہ ۲۰-۹-۵۹ کو زیر صدارت مکرم صدر جماعت احمدیہ تیماپور مسجد میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک و نظم کے بعد مکرم مولوی مبارک احمد صاحب وکیل نے حضور کی پیدائش سے وصال تک مختصر حالات بیان فرمائے۔ اور حضور کے ہر شعبہ زندگی کی مثالیں پیش کر کے ان کو اپنانے کی تحریک فرمائی۔ دوسری تقریر مکرم عبد العزیز صاحب استاد سیکنڈری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ تیماپور کی تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضور کا رحمۃ للعالمین ہونا بیان فرمایا۔ اور حضور کے تقویٰ اللہ پر شرح و بسط سے روشنی ڈالی۔

تیسری تقریر پنڈت دید مورتی اور سوامی نے کنڑی زبان میں فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور ایسے وقت میں پیدا ہوئے تھے۔ جبکہ عرب کی حالت بہت ابتر تھی۔ کوئی ایسا گناہ نہ تھا جو عرب کے لوگ نہ کرتے تھے۔ انہیں لوگوں میں آپ نے نہایت پاکیزگی سے اپنی عمر گذاری اور دعویٰ نبوت کے بعد جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ آپ کی ہی شان تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضور کی تعلیم کا خلاصہ بھی بیان فرمایا۔

چوتھی تقریر الحاج چوہدری امین الدین صاحب جو علاقہ کی ایک معزز شخصیت ہیں۔ نے فرمائی۔ آپ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کے ساتھ حضور کی زندگی پیدائش سے لے کر آخر تک کا موازنہ کیا۔ اور حضور کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی۔

پانچویں تقریر مکرم خلیل احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ تیماپور کی تھی۔ حضور کی نبوت کے بعد کی زندگی پر مفصل روشنی ڈالی۔ اور مختلف واقعات سے حضور کی صفات بیان فرمائیں۔ آخر میں صدر صاحب نے غیر مسلم احباب کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ جماعت احمدیہ پر اس بے بنیاد الزام کی تحقیق کے لئے کہ جماعت احمدیہ حضور کو خاتم النبیین نہیں مانتی۔ جماعت کے لٹریچر کا سنجیدگی سے مطالعہ کریں۔

لجنہ اماء اللہ مدراس

صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مدراس کے مکان پر ۲۰ ستمبر کو جلسہ منعقد کیا گیا تلاوت و نظم کے بعد صدر صاحبہ نے اور مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ نے انسان کامل کا اسوۂ حسنہ اور نبی کریم کی سیرت کے متعلق تقریر کی۔

تیسری تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ مدراس کی آنحضرت کے احسانات مستف نوع پر فرمائی۔ جلسہ میں ممبرات لجنہ اماء اللہ کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر احمدی مستورات بھی شامل ہوئیں۔ جن پر اچھا اثر ہوا۔ بعد اختتام جلسہ حاضرات کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔

لجنہ اماء اللہ سونگھڑہ حلقہ ۱

مکرم سید احتشام الدین صاحب کے مکان پر زیر صدارت مکرمہ ناصرہ خاتون صاحبہ مورخہ ۲۰ ستمبر جلسہ سیرۃ النبی منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد اردو اور اڑیہ زبان میں حضور اکرم کی شان میں چند ایک نعتیہ کلام پیش کئے گئے۔ اس کے بعد مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کئی ایک واقعات بیان فرمائے۔ اس کے بعد مکرمہ سیدہ حافظہ خاتون صاحبہ اور مکرمہ نور النساء صاحبہ۔ عزیزہ امتہ الرشید فاطمہ صاحبہ اور مکرمہ مبارکہ خاتون صاحبہ نے اخبار بدر سے مضمون پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے حضور کی سیرت حلم۔ رحم۔ عفو۔ دلجوئی وغیرہ پر پرتاثیر تقریر فرمائی۔ اور اخبار بدر سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اطلاعات سنائیں۔ اور حضور کی صحت کے لئے دعا کی گئی۔ جلسہ میں غیر احمدی مستورات بھی شامل تھیں۔ جن پر خدا کے فضل سے اچھا اثر ہوا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق
ڈاکٹری رپورٹوں کا خلاصہ

قادیان ۱۸ اکتوبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق منتہ زیر اشاعت اخبار الفضل میں محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی طرف سے جو ڈاکٹری رپورٹیں شائع ہوئیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

ربوہ ۱۱ اکتوبر (بوقت ساڑھے نو بجے صبح) کل دن بھر حضور کی طبیعت بوجہ اعصابی و عام جسمانی ضعف خراب رہی بعد دوپہر پیٹ میں پیچش کی شکایت بھی شروع ہو گئی رات نیند اچھی آ گئی اس وقت ضعف کی کچھ شکایت ہے۔

ربوہ ۱۲ اکتوبر (بوقت سوا نو بجے صبح) کل دن بھر حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی شام کو کچھ اعصابی ضعف اور پیٹ میں پیچش کی تکلیف ہو گئی عام جسمانی کمزوری بدستور جاری ہے رات نیند آ گئی اس وقت طبیعت کچھ بہتر ہے۔

ربوہ ۱۳ اکتوبر (بوقت سوا دس بجے صبح) کل دن بھر حضور کی طبیعت کچھ بہتر رہی بیماری کی کچھ علامات میں چند دن سے بہتری کی طرف ترقی محسوس ہو رہا ہے مگر عام جسمانی کمزوری ابھی جاری ہے رات نیند آ گئی۔ اس وقت طبیعت اچھی ہے

ربوہ ۱۴ اکتوبر (بوقت سوا دس بجے صبح) کل دن بھر حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی رات نیند آ گئی اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

ربوہ ۱۵ اکتوبر (بوقت پونے دس بجے صبح) کل دوپہر حضور کو عام ضعف کی شکایت رہی اور اعصابی کمزوری بھی رہی۔ رات نیند اچھی آ گئی اس وقت ٹانگ میں وجع المفاصل کی تکلیف ہے۔

ربوہ ۱۷ اکتوبر۔ کل اور پرسوں دونوں روز حضور کی ٹانگ میں درد کی تکلیف رہی اور ضعف بھی رہا رات نیند آ گئی اس وقت طبیعت نسبتاً بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور کی کامل شفایابی کیلئے درد و الحاح کیساتھ دعاؤں میں لگے رہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

سیاست انقلاب کے موڑ پر

(بقیہ صفحہ اول)

مزدور ایک ہو جاؤ" کا نعرہ لگانا شروع کیا انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کارل مارکس اور اینگلز کا وہ نعرہ ہے جس پر انہوں نے اپنا "مینی فسٹو" ختم کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ سرمایہ داروں کے خلاف براہ راست طبقاتی جنگ ایک پارٹی کی حکومت اور ڈکٹیٹر شپ۔

کمیونزم کی مقبولیت کا سبب

خیران نعروں کے محرکات کچھ بھی ہوں مگر ملک کا ایک معتدبہ طبقہ دھیرے دھیرے کمیونزم یا کمیونسٹ کے نام سے مانوس ہو گیا۔ اور پھر وہ آہستہ آہستہ اس کی کارکردگی کا بھی اعتراف کرنے لگا۔ کمیونزم کو اس طرح نیک نام بنانے میں روس کی حکمت عملی کا بھی بڑا دخل تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب مشرق وسطی میں مملکت اسرائیل کا سوال آیا تو سب سے پہلے روس نے ہی اس اسرائیلی مملکت کے وجود کو تسلیم کیا۔ مگر اس کے بعد وہ اسرائیل کی حمایت سے دست بردار ہو گیا۔ اور اسے برطانیہ اور امریکہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ روس کی اس پالیسی یا حکمت عملی کے باعث مشرقی ممالک کی ہمدردی کمیونسٹ ممالک کے ساتھ ہو گئی۔ مصر اور ممالک عربیہ حکومت اسرائیل کے باعث طرح طرح کے سیاسی الجھنوں میں مبتلا ہو گئے۔ سرد اور گرم جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ہر طرف برطانیہ اور امریکہ سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہونے لگا۔

برطانیہ کی سیاسی غلطی

ان دنوں روس کو اپنے پروپیگنڈہ کا بہت اچھا موقعہ میسر آیا۔ وہ اپنے آہنی پردے سے مشرقی ممالک کا ہمدرد و غمخوار بن کر نکلا۔ یہ حالات تھے کہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو فرانس، برطانیہ اور اسرائیل سے ایک نہایت خوفناک سیاسی غلطی سرزد ہوئی۔ اور وہ تھا نہر سویز کا مسئلہ اور مصر پر ہوائی حملہ۔ اس حملہ سے برطانیہ اور امریکہ کی رہی سہی عزت بھی خاک میں مل گئی۔ امریکہ جو ان دونوں کا گویا لیڈر ہے وہ بھی بری طرح ہدف ملامت بنا۔

روس کی حکمت عملی

روس جو ہمیشہ اپنے مواقع کی تاک میں رہتا ہے۔ اس نے اس سیاسی کشمکش سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور اسرائیل و برطانیہ کو ایک وارننگ دی۔ اور یہ حسن اتفاق دیکھئے کہ اس کے بعد ہی امریکہ کی مداخلت کے باعث یہ جنگ ختم ہو گئی۔ لیکن عام طور پر یہ مشہور ہوا کہ روس کے خوف سے یہ جنگ بند ہوئی ہے۔ اس واقعہ کے بعد ایشیا میں یورپ اور امریکہ کے وقار کو وہی صدمہ پہنچا جو ایٹم بم سے ناگاساکی اور ہیروشیما کو پہنچا تھا۔ روس نے اب بڑھ بڑھ کر مشرقی ممالک کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ مصر و شام کو فنی امداد کی پیشکش کی منصوبوں کی تکمیل کے لئے امداد کا وعدہ کیا۔ بعض جگہ فوجی تربیت دینے کے لئے روسی جرنل آ گئے۔

اگر اس دور میں ہنگری کی بغاوت۔ روس میں بعض کمیونسٹ زعماء کا قتل۔ معزولی اور جلاوطنی اور امر سے ناجی کی پھانسی کا واقعہ رونما نہ ہوتا تو روسی اثر و رسوخ بڑھتے ہوئے سیلاب کی طرح پورے ایشیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت ان واقعات نے اور پھر پاسٹر ناک کے واقعہ نے روسی اقتدار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ پہلے تینوں واقعات کے متعلق تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ ایک سیاسی ڈرامہ تھا۔ اور سیاست ایک گندہ کھیل ہے۔ اس میں ہر طرح کے کردار پیش کرنے کی آزادی ہے۔ مگر پاسٹر ناک کے واقعہ نے کمیونزم یا روس کو تمام دنیا کے سامنے بے نقاب کر دیا۔ یہ قصہ بس اتنا ہے کہ پاسٹرناک روس کا ایک نامور سماجی ناول نگار ہے۔ یہ ماسکو کے ندوۃ المصنفین کا ممبر بھی ہے۔ اس نے ایک ناول لکھا اس میں جا بجا کمیونسٹ سماج پر طنز کی گئی ہے۔ کتاب مجموعی طور پر قابل قدر ہے۔ اور "گورکی ماں" سے تو یقیناً بہت اعلیٰ ہے۔ جس کی کمیونسٹ پارٹی آف روس کی طرف سے اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ اور ہندوستان میں بھی "پیپلز بک ڈپو" سے صرف ڈیڑھ روپے میں مل جاتی ہے۔

پاسٹرناک اور نوبل پرائز

پاسٹرناک کے اس اعلیٰ خدمت کے صلہ میں منتظمین نوبل پرائز نے اسے نوبل پرائز دینے کا اعلان کیا۔ روس کی کمیونسٹ گورنمنٹ کو یہ بات ناگوار گذری۔ روس کا ایک باشندہ کمیونزم پر طنز کرے۔ اس کی کتاب کی اشاعت آزاد دنیا میں ہو۔ اور پھر اس کو نوبل پرائز ملے یہ نہیں ہو سکتا۔ پس روسی گورنمنٹ نے پاسٹرناک کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ اور اس پر ایسا تشدد کیا گیا کہ اسے روسی گورنمنٹ سے نہایت ذلت سے معافی مانگنی پڑی۔ اور نوبل پرائز کے قبول کرنے سے انکار کرنا پڑا۔

روس کی اس پالیسی نے ان ممالک کو بھی زبردست صدمہ پہنچایا جو ابھی تک اس کے طرفدار تھے۔ یہ بات سمجھوں پر واضح ہو گئی۔ کہ کمیونزم ہر چند دلفریب سہی۔ مگر وہاں حریت فکر۔ عزت نفس اور انفرادی آزادی بالکل مفقود ہے۔ انسانی زندگی کے سفر میں صرف روٹی اور پانی ہی کا محتاج نہیں بلکہ اسے اپنی انسانیت کو سنوارنے کے لئے اور بہت سے انسانی اوصاف کی بھی ضرورت ہے۔ جو کمیونزم کے زیر سایہ حاصل نہیں ہو سکتے۔

معاہدۂ بغداد

لیکن حقائق کے باوجود ایشیا کے ایک بڑے حصے خصوصاً ہندوستان اور مشرق وسطیٰ کے سامنے ایک اور عظیم مسئلہ تھا۔ اور وہ تھا بغداد پیکٹ۔ جس نے ایشیا کو دو کیمپوں میں بانٹ دیا تھا۔ روس بھی اس معاہدہ کا شدید مخالف تھا۔ چونکہ یہ پیکٹ کمیونزم کی اشاعت کے راستے میں ایک سنگ گراں تھا۔ اس لئے جو ممالک اس معاہدہ کے مخالف تھے وہ روس کی مذکورہ بالا پالیسی سے خوفزدہ ہونے کے باوجود محض اس خطرہ سے بچنے کے لئے اس طرف جھکے رہے۔ اور اس طرح وہاں روسی نظریات کی اشاعت میں بڑی مدد ملی۔

ہندوستان کا جنرل الیکشن

یہ حالات تھے کہ ہندوستان میں جنرل الیکشن کا وقت آ گیا۔ اور ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی نے بھی اس میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے صوبائی اسمبلیوں اور مرکزی پارلیمنٹ دونوں کے لئے اپنے نمائندے نامزد کئے۔ اور چند جگہ حوصلہ افزا کامیابی حاصل کی۔ کیرالہ میں تو یہ بازی لے گئے۔ متحدہ محاذ یعنی کانگریس۔ پرجا سوشلسٹ پارٹی اور مسلم لیگ وغیرہ ان تمام کے مقابلہ میں تنہا کمیونسٹ پارٹی ایک ووٹ کی اکثریت سے الیکشن جیت گئی۔ اور قانونی طور پر وزارت بنانے کی حقدار ہو گئی۔ ۵ اپریل ۱۹۵۷ء کو اس پارٹی نے کیرالہ کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ یہ کمیونزم کی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا کہ جمہوری نظام کے اندر اس نے پر امن طور پر اپنی وزارت بنائی۔ اس سے پہلے جہاں جہاں بھی کمیونسٹ راج قائم ہوا۔ سخت خونریزی و سفاکی کے بعد۔ کارل مارکس اور اینگلز کا مینی فسٹو پر امن انقلاب کا قائل ہی نہیں ہے۔

کیرالہ کی سیاسی و معاشی حالت

یہ واضح ہو کہ کیرالہ ہندوستان کا سب سے چھوٹا صوبہ ہے اس کا رقبہ ۱۴۹۸۰ مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ ۳۶ لاکھ یہ ہندوستان میں سب سے زیادہ گنجان آبادی والا علاقہ ہے۔ افلاس اور بیروزگاری عام ہے۔ اور تعلیمی اوسط سارے ہندوستان سے زیادہ ہے۔ یہاں عام وسائل معاش کے علاوہ ربڑ اور چائے کے بھی بڑے بڑے باغات ہیں جن کے مالک عموماً انگریز ہیں۔ آبادی میں ایک بڑا حصہ عیسائیوں کا ہے۔ عیسائی مشن۔ اسکول اور کالج کا جال سا سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ سیاسی اعتبار سے یہ ملک کا ایک باشعور و بیدار مغز صوبہ سمجھا جاتا ہے

۱۹۵۳ء سے یہ علاقہ جو پہلے ٹراونکور (کوچین) کہلاتا تھا۔ سیاسی بحران کا شکار تھا۔ ۱۹۵۴ء میں یہاں پرجا سوشلسٹ پارٹی کی وزارت ٹوٹ چکی تھی۔ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کو اب اسی علاقہ میں قلمدان وزارت سنبھالنے کا موقعہ ملا۔ اب یہ توڑ پھوڑ اور ہنگامہ آرائی کے میدان سے نکل کر ایک سخت تجربہ گاہ میں آ گئی۔ اور اسے ملک کی طرف ٹھوس عملی نمونہ پیش کرنے کا موقعہ دیا گیا۔

کیرالہ کمیونسٹ وزارت

کیرالا میں کمیونسٹ وزارت کا قیام ۱۹۵۷ء کے اہم واقعات میں سے ایک تھا۔ ساری دنیا کی نظر کیرالہ کی چھوٹی سی کمیونسٹ وزارت پر تھی۔ اس وزارت کی حمایت یا مخالفت میں کمیونسٹوں اور غیر کمیونسٹوں نے شروع ہی سے اپنی اپنی تحریک شروع کر دی تھی لیکن پھر بھی ایک سال گذرنے کے بعد جب ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے کیرالہ کی وزارت کے کارنامے شائع کئے گئے تو بہت سی تعمیری باتیں سامنے آئیں۔

۱۔ اس وزارت نے مالابار میں مالیہ زمین ۸ روپے سے کم کر کے ۲ روپے فی ایکڑ کر دیں۔

۲۔ اسکولوں کے اساتذہ۔ پولیس اور نرسوں کی تنخواہ میں اضافہ کیا اور پنشن دینے کا طریقہ شروع کیا۔

۳۔ غریب طلباء کو دوپہر کا کھانا مفت دینے کا بندوبست کیا۔

۴۔ سرکاری ملازموں کی زیادہ سے زیادہ تنخواہ ایک ہزار مقرر کی گئی۔

۵۔ ٹائر۔ کپڑا اور سیمنٹ کی فیکٹری قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔

۶۔ مزارعوں کے تحفظ کے لئے بے دخلی کے خلاف آرڈیننس جاری کئے گئے۔

۷۔ مفت قانونی امداد کا قانون نافذ کیا گیا۔ جن کی آمدنی سو روپے ماہانہ سے کم ہے۔ اسے حسب منشاء وکیل مقرر کرنے کا حق دیا گیا جس کی فیس سرکار کے ذمہ ہوگی۔

کیرالا کی کمیونسٹ وزارت کے عہد میں ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی نے جو ایک اور اہم قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ اس نے

اپنی آئین یا پالیسی میں ترمیم کی۔ ۷ر اکتوبر سے ۱۲ر اکتوبر تک امرتسر میں ہندوستانی کیمونسٹ پارٹی کے جو اجلاس ہوئے۔ اس میں جمہوریت پر اعتماد اور پرامن طریق کار کی ضرورت کا اظہار کیا گیا۔

کمیونسٹ وزراء کی تنخواہ

لیکن ان تعمیری کارناموں کے علاوہ جن چیزوں نے سب سے زیادہ لوگوں کی توجہ کیونزم یا کیمونسٹ وزارت کی طرف منعطف کی۔ وہ دو چیزیں ہیں:

۱۔ کیرالا کے کمیونسٹ وزراء کا یہ اعلان کہ قانون اسکو پانچ سو روپے ماہانہ تنخواہ لینے کی اجازت دیتا ہے مگر وہ صرف ۳۵۰ روپے ماہوار تنخواہ لیا کریں گے۔

۲۔ روسی راکٹ۔

ان دونوں امور نے ہندوستان اور دوسری دنیا میں اشتراکیت کی عظمت کا سکہ بٹھا دیا۔ اگرچہ پہلا اعلان محض نمائشی اخلاق کا ایک مظاہرہ تھا۔ ان وزراء کی شان و شوکت اور کروّفر میں کسی طرح دوسرے صوبوں کے وزراء سے کمی نہ آئی تھی وہی الاؤنس۔ ملازم۔ کوٹھی اور دوسری سرکاری مراعات انہیں حاصل تھیں۔ مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے نرم کے وقتی میلان سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے راستہ ہموار کرنا چاہا۔ قوم کو اپنے وزراء سے یہ شکایت تھی کہ وہ بڑی بڑی تنخواہیں لیتے اور مزے کی زندگی گذارتے ہیں۔ کیمونسٹ وزراء نے اپنی بنیادی تنخواہ سے ڈیڑھ سو روپے کی قربانی کر کے قوم کی زبان بندی کر دی

رہ گیا روس کا راکٹ، تو اس کا تعمیر سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو تخریب کا ایک حیرت انگیز سامان ہے۔ مگر دنیا کا ذہن اشتراکیوں کے دونوں کارناموں سے بہت متاثر ہوا۔ (باقی پھر)

رانچی میں ناظم صاحب جماعت اسلامی سے دلچسپ تبادلۂ خیالات

از مکرم مولوی عبدالحق صاحب فاضل مبلغ سلسلہ مقیم رانچی

رانچی ۷ر اکتوبر مسجد ڈاکٹر فتح اللہ روڈ میں ناظم جماعت اسلامی آف بھاگلپور مولانا شہباز صاحب اصلاحی کی ایک تقریر ہوئی۔ آپ نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کی موجودہ ناگفتہ بہ حالت ذلت و نکبت، اخلاقی و روحانی پستی تباہی و مسکنت انتشار و تشتت کو بار بار دہرایا۔ اور تنظیم و قیام امارت کی طرف حاضرین کو متوجہ کیا۔ یہ بھی بتایا کہ مسلمان کانگریس یا کمیونسٹ پارٹی یا کسی دوسری جماعت کے ساتھ الحاق کر کے کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ انہیں ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے ایک ایسی جماعت میں داخل ہو کر اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے جس کا ایک امیر ہو۔ اور کسی نئی وحی یا الہام کی طرف بھی متوجہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہمیں ایک مکمل پروگرام دیا گیا ہے جس میں کسی قسم کی کمی نہیں اسلئے کسی آنیوالے کی انتظار کرنا ایک فعل عبث ہے۔

تقریر ختم ہوئی۔ خاکسار نے بڑھ کر معانقہ کیا ضروری حالات و خیریت سے متعارف ہونے کے بعد مندرجہ ذیل مکالمہ ہوا:-

خاکسار۔ کیا میں آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟

ناظم صاحب۔ آپ سے تو سوال و جواب کا سلسلہ پہلے بھی جاری رہا ہے۔ پھر آج اسکی کیا ضرورت ہے (خاکسار دوران قیام بھاگلپور جماعت اسلامی کے دار المطالعہ میں پہنچ کر ناظم صاحب سے متعدد مرتبہ تبادلہ خیالات کر چکا ہے اسی طرف موصوف نے اشارہ کیا)

خاکسار۔ یہ سوال چونکہ آپ کی حالیہ تقریر سے متعلق ہے اس لئے امید ہے کہ آپ اس کی وضاحت فرما دیں گے۔

ناظم صاحب۔ اچھا آپ اپنا سوال پیش کیجئے۔

خاکسار۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ ہمیں ایک مکمل پروگرام دیا گیا ہے جس میں کسی قسم کی کمی نہیں۔ اس لئے کسی آنے والے کی انتظار کرنا ایک فعل عبث ہے۔ لیکن جماعت اسلامی کے بانی و امیر مولانا مودودی صاحب اپنی تصنیف "تجدید و احیاء دین" میں یہ عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ پہلے جتنے بھی مجددین آئے وہ صرف اسلام کے بعض خاص خاص شعبوں کو لے کر کام کرتے رہے لیکن مجدد کامل کی ابھی تک جگہ باقی ہے اور وہ پورے اسلام کو پیش کرے گا اور وہی امام مہدی ہے۔ جو مسلمانوں کا جدید قسم کا لیڈر ہوگا اور اسلامی اسٹیٹ قائم کرے گا۔ لہذا آپ کے اور مولانا مودودی صاحب کے عقیدہ میں اختلاف ہے۔

ناظم صاحب۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم لوگ امیر جماعت سے عقائد میں اتفاق رکھنے کے پابند نہیں ہیں۔ بلکہ اختلاف بھی کیا کرتے ہیں۔ لہذا یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

خاکسار۔ تو آپ یہ کہیے کہ مجھے اس مسئلہ میں مولانا مودودی صاحب سے واقعی اختلاف ہے۔

ناظم صاحب۔ دراصل میری مراد یہ نہیں تھی کہ کوئی امام مہدی نہیں آئے گا۔ مطلب یہ تھا کہ مسلمان اس عقیدہ پر بھروسہ کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھے رہیں بلکہ کچھ نہ کچھ کرتے رہیں۔ ویسے امام مہدی تو آئیں گے اور تمام مسلمان اس کے معتقد ہیں۔

خاکسار۔ آپ نے بھاگلپور میں خاکسار کے سامنے ایک مرتبہ اس بات کا اظہار کیا تھا کہ مجھے درحقیقت مولانا مودودی صاحب کے اس عقیدہ سے اختلاف ہے۔

ناظم صاحب۔ میں نے تو ایسا نہیں کہا تھا (حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ دوران گفتگو میں بلا مناسبت ناظم صاحب نے مجھے کہا تھا کہ مجھے واقعی مولانا کے اس عقیدہ سے اختلاف ہے۔ لیکن اس موقعہ پر انہوں نے انکار کر دیا)

خاکسار۔ امام مہدی کے ظہور پر مسلمانوں کو اسے قبول کر کے اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے یا انکار کر دینا چاہیئے۔

ناظم صاحب۔ مسلمانوں کو قبول کر کے تعاون کرنا چاہیئے۔

خاکسار۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو چکا ہے۔

ناظم صاحب۔ وہ کون ہیں؟

خاکسار۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جنہوں نے مسیح و مہدی ہونے کا دعوے کیا۔ اور جن کی جماعت آج زمین کے کناروں تک پھیل چکی ہے اور بے نظیر طور سے تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ اور آپ کی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے میں حاضر و تیار ہوں۔

ناظم صاحب۔ پہلے یہ بتایا جائے کہ آپ مرزا صاحب کو مسیح منوانا چاہتے ہیں یا مہدی۔ یہ دو نام ہیں اور مرزا صاحب کا وجود ایک ہے

خاکسار۔ ایک ہی شخص کے متعدد صفاتی نام ہو سکتے ہیں۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ نام تھے۔ خاتم النبیین۔ سید ولد آدم۔ احمد۔ ماحی وغیرہ اور پھر ہمارے اس نزاع کا فیصلہ تو خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ حدیث ہے کہ لا المھدی الا عیسیٰ۔ یعنی عیسیٰ اور مہدی دو نہیں بلکہ ایک وجود ہوں گے۔ کیا آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں؟

ناظم صاحب۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام تو آسمان سے آئیں گے اور وہ زندہ ہیں۔

خاکسار۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام صرف ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

ناظم صاحب۔ کسی حدیث میں ایسا نہیں لکھا ہے

خاکسار۔ میں آپ کو حدیث نکال کر دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

ناظم صاحب۔ نہیں کسی حدیث میں ایسا نہیں لکھا ہے۔

خاکسار۔ آپ لکھ دیں کہ کسی حدیث میں ایسا نہیں لکھا۔

ناظم صاحب۔ میں ایسا لکھ کر دینے کو تیار نہیں ہوں۔ اور اگر کسی حدیث میں ایسا لکھا بھی ہوگا تو وہ حدیث وضعی ہو سکتی ہے۔

خاکسار۔ یہ حدیث ہم نے اس چودھویں صدی میں نہیں لکھ لی بلکہ پہلے کی لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور ہم متعدد کتب سے یہ حدیث آپ کو دکھا سکتے ہیں اور کم از کم آپ کو یہ تو تسلیم کرنا ہی پڑیگا کہ اس حدیث کی رو سے بعض دور سلف کے مسلمان بھی وفات مسیح کے قائل چلے آتے ہیں۔

ناظم صاحب۔ قرآن کریم مقدم ہے اور اس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

خاکسار۔ کیا قرآن کریم میں جسم اور آسمان کا لفظ اس ضمن میں آیا ہے۔

ناظم صاحب۔ جسم اور آسمان کا لفظ تو بیشک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے اس ضمن میں استعمال نہیں ہوا لیکن رفع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

خاکسار۔ لفظ رفع کے معنے لغت میں یا کسی محاورہ میں آسمان پر جسم سمیت اٹھا لینے کے نہیں ہیں البتہ درجہ کی بلندی کے ضرور ہیں۔ جیسے بین السجدتین کی دعا میں مسلمان ورفعنی پڑھتے ہیں اور اسکے کبھی یہ معنے کوئی مسلمان نہیں کرتا کہ اے خدا مجھے جسم سمیت آسمان پر اٹھا لے۔ بلکہ دونوں جگہ درجہ کی بلندی مراد ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم یا حدیث سے آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر گئے اور پھر کبھی بجسد عنصری ہی آسمان سے آئیں گے۔

اس کے بعد ناظم صاحب موصوف اٹھکر چل دیئے اور بات ختم ہوگئی حاضرین نے دلچسپی سے یہ مکالمہ سنا بالآخر حضرت اقدس، درویشان قادیان اور احباب جماعت درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ جلد از جلد ایک مفید جماعت رانچی میں

بجز تمام زمانہ سے آمین۔

منقولات

"بندۂ ما راز ما کردی جدا"

عنوان بالا سے ایک دلچسپ تبصرہ صدق جدید لکھنؤ بابت ۹ر اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا ہے۔ مولانا دریا بادی صاحب مذکورہ عنوان درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

" جماعت اسلامی ہند کے ایک رکن کی گفتگو اخبار وقت یا کھاد سے ہے:۔

"۔۔۔۔۔ قرآن کو اپنے سیاق و سباق سے کاٹ کر اپنے مزعومات کو حق ثابت کرنے کے لئے بہ طور دلیل پیش کرنا کھلا ہوا نفاق ہے۔۔۔۔ ایک طرف آپ قرآن لانے والے کو وہ حیثیت نہیں دیتے جو خود قرآن اسے دے رہا ہے۔ اور دوسری طرف آپ قرآن کو استعمال کرتے ہیں۔۔۔۔ اس حیثیت سے آپ کو قرآن بطور دلیل پیش کرنے کا حق نہیں رہتا ہے۔۔۔

۔۔۔ ہم اس حال میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ آپ نیم برہنہ پھر رہے ہیں اور مستورات کو بے پردہ ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ اسلام اس طرح چلنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ نے اپنی عمر کے اتنے سال گذارے اور اسباب کو سمجھنے کی کوشش نہ فرمائی۔ اسلئے آپ جب تک اس چیز کو اچھی طرح نہ سمجھیں قرآن کو بہ طور دلیل استعمال کرنا چھوڑ دیں۔۔۔۔۔ زمین کا مسئلہ اس عمارت (اسلام) میں ایک کھڑکی کی حیثیت رکھتا ہے آپ اس عمارت کو تو تعمیر نہیں کرتے البتہ اس کی کھڑکی کو ہوا میں کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک طرف کھلی خیانت اور بددیانتی ہے۔۔۔"

اسی قسم کی ساری گفتگو ڈس کے بعد بھاؤ سے جی کی زبان سے:۔

"۔۔۔ اب میں اپنی تحریک کے لئے قرآن کو "کوٹ" نہیں کروں گا (یعنی قرآن کا حوالہ نہ دوں گا) ۔۔۔ آج سننے والوں میں کچھ بھائی آئے جنہوں نے بغیر کسی جھجک کے اپنے دل کی بات میرے سامنے رکھی میں بہت خوش ہوا کہ انہوں نے بغیر کسی خوف اور ڈر کے اپنی بات کہہ دی۔ اگرچہ اس میں تیزی تھی۔۔۔ تم پر دو سیلاب آئے ایک پانی کا دوسرا میرا روحانی سیلاب۔ اس پر میں تمہیں قرآن پیش کرتا مگر ان ملنے والے بھائیوں نے مجھے قرآن بہ طور دلیل پیش کرنے سے روکا ہے اسلئے اب میں قرآن کو بہ طور دلیل پیش نہیں کروں گا۔"

" یہ ساری رپورٹ اگر جماعت اسلامی ہند کے دہلوی نقیب میں نہ درج ہوتی تو یقین نہ آتا کہ ایسی تند و ترش و غیر حکیمانہ گفتگو جماعت اسلامی ہند والے بھی کر سکتے ہیں۔ یہاں کی جماعت تو اپنی خصوصیت وصل کے لئے ممتاز تھی اور بہتر تھا کہ خصوصیت فصل کو جماعت پاکستان ہی کے لئے چھوڑے رکھا ہوتا۔ ظاہر اور بالکل ظاہر ہے کہ مسلم مومن کے لئے احکام دوسرے ہیں اور اس کے لئے دوسرے جو ابھی اسلام کی طرف صرف قدم بڑھا رہا ہے۔ غیر مسلموں میں کام کرنے کے لئے بڑے صبر و تحمل بڑی وسعت قلب اور بڑی دانائی کی ضرورت رہتی ہے"

(صدق جدید لکھنؤ ۹/۱۰/۵۹)

"دعوت کا لب و لہجہ"

صدق جدید کے متذکرۃ الصدر نوٹ کے بعد جماعت اسلامی ہند کے ترجمان سہ روزہ دعوت دہلی میں جو اصلاحی نوٹ بعنوان "دعوت کا لب و لہجہ" شائع ہوا وہ درج ذیل ہے۔ اس بارہ میں ہمارا تبصرہ دوسری جگہ ملاحظہ فرمایا جائے۔ معاصر رقمطراز ہے:۔

" مولانا عبدالماجد دریا بادی نے "بندۂ ما راز ما کردی جدا" کے تحت جماعت اسلامی کشمیر کے وفد اور اچاریہ بھاوے کی گفتگو پر تنقید کی ہے اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جہاں تک اس گفتگو کے غیر حکیمانہ ہونے کا تعلق ہے مولانا نے صحیح گرفت کی ہے۔ مولانا نے یہ بات بھی صحیح فرمائی ہے کہ غیر مسلموں میں کام کرنے کے لئے بڑے صبر و تحمل، بڑی وسعت قلب اور بڑی دانائی کی ضرورت رہتی ہے۔ تقریباً یہی بات تھی جو مولانا ابو اللیث صاحب نے بھی اس سلسلے میں فرمائی تھی بلکہ جس کے لئے انہوں نے ادارہ دعوت کو ہدایت بھی کی تھی کہ اس پر اسی انداز میں تبصرہ کیا جائے تعمیل ابھی نہیں ہو سکی کہ مولانا دریا بادی کا یہ شکوہ موصول ہو گیا جس کے لئے ہم بہرحال مولانا کے مشکور ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کشمیر جو ہندوستان کی جماعت اسلامی سے آزاد اور علیحدہ ہے۔ اور جس کا مرکز جماعت اسلامی سندھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کے ذمہ داروں نے بھی اس جانب ضرور توجہ کی ہوگی۔ اور اپنے جوشیلے کارکنوں کو ضرور متوجہ کیا ہوگا کہ

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

یہ بات ضرور ہے کہ بھاوے جی نے جس انداز میں دہاں قرآن کے حوالے دیئے ہیں۔ اس سے یہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ وہ آیات الٰہی کو وحدت ادیان جیسے مقصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں لیکن غلطیوں کی طرف توجہ دلانا ایک علیحدہ بات ہے جو بہرحال ضروری ہے تاہم کسی غیر مسلم کو اس بنیاد پر قرآن سے استدلال کرنے سے روک دینا کہ وہ قرآن سے استدلال کرنے سے روک دینا کہ وہ قرآن پر عامل نہیں ہے اصولاً صحیح نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ایک داعی کے لئے اسبات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اس کا رویہ اور لب و لہجہ انتہائی نرم اور مشفقانہ ہونا چاہیئے۔ بالخصوص ایسے اشخاص و افراد سے بات چیت کے وقت جن کو ملک میں پیشوائی کا مقام حاصل ہو۔ نیز جو بہرحال اپنے تصورات میں روحانی اقدار کی قدر و اہمیت محسوس کرنے میں ہم سے قریب ہوں۔"

(دعوت دہلی ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۹ء)

جذبۂ عقیدت

معاصر ریاست کے ایک اداریہ کا عنوان ہے۔ "مسلمانوں کا قابل رشک جذبۂ عقیدت"۔ وہ لکھتا ہے کہ "مسلمانوں میں سیاسی اختلافات بھی ہیں اور مذہبی بھی لیکن اگر اختلاف نہیں ہے تو وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے"۔ پھر اس نے ان مسلم اخبارات سے جو میلاد النبیؐ کی تقریب میں شائع ہوئے ہیں، کچھ اقتباسات دیئے ہیں جن میں شاعروں نے حضور اقدس کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ "مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ جن الفاظ میں مضمون نگار اور خاص کر شاعر اظہار خیال کر رہے ہیں وہ مسلمانوں کو مردم پرستی کی طرف تو نہیں لے جا رہے جس مردم پرستی کے حضور خلاف تھے انہوں نے ہمیشہ اپنے تئیں اللہ کا بندہ ظاہر کیا۔ لیکن آج مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو بھی حضرت کی معرفت ہی پہچانتے ہیں۔ حضرت اپنی ذات کو آگے کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس میں انکسار تھا۔ دوسرے الفاظ میں PERSONALITY CULT کے خلاف تھے۔ لیکن مضمون نگاروں کے مضمون اور شاعروں کے کلام CULT پیدا کرنے میں ممد و مددگار بن رہے ہیں۔" اس میں شک نہیں کہ شاعر مبالغہ سے زیادہ کام لیتے ہیں اور ان کی بے احتیاطیوں سے اسلام بدنام ہوتا ہے۔ لیکن یہ کتنا غلط نہیں کہ حضورؐ کی تعلیم ہی کی بدولت مسلمانوں نے خدا کی یکتائی کو پہچانا ہے۔ انہیں آپ ہی کی معرفت معلوم ہوا کہ خدا رب المسلمین یا رب الافواج نہیں بلکہ رب العالمین ہے اور وہ یکتا اور بے مثل ہے اس کے کاروبار میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے نہ وہ کسی میں جنم لیتا ہے اور نہ کسی کو جنم دیتا ہے۔ اگر کسی بڑی ٹیلیسکوپ سے ستارہ نیپچون نظر آسکتا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ ہم نے اس آلہ کے ذریعہ ہی ستارہ کو شناخت کیا ہے!

اللہ کا بندہ

معاصر نے بڑے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ حضورؐ نے اپنے آپ کو بندہ ظاہر کیا۔ مگر ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ پہلے لوگوں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ بھی حضورؐ کی نظر میں تھا اور انہی لئے فرمایا تھا کہ لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ بن مریم فانی عبد اللہ ورسولہ (مجھے اتنا آگے نہ بڑھانا جتنا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو بڑھایا کہ انہیں خدا بنا ڈالا۔ میں تو اللہ کا بندہ اور اسی کا بھیجا ہوا ہوں) یہ بھی فرمایا۔ اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد (اے خدا میری قبر کو بت نہ بنانا کہ لوگ اس کی پوجا شروع کر دیں) چونکہ اسلام کا سرچشمہ محفوظ ہے اسلئے اگر مسلمان اپنے پڑوسیوں سے متاثر ہو کر کوئی غلط راہ اختیار کر لیں تو وہ ایک عارضی فساد ہوگا جس کا علاج اسلام کی طرف رجوع کر کے ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ معاصر کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ "مسلمان ساری دنیا فتح کر لیں لیکن اسلام کی حقیقی اسپرٹ سے دور ہوتے جائیں تو کیا بنا؟"

کاش مسلمان بھی کبھی اس انداز سے سوچیں اور اسلام کی سپرٹ کو سمجھ کر آگے بڑھیں۔ (الجمعیۃ دہلی ۱۱/۱۰/۵۹)

گرنتھ صاحب میں تبدیلی

لدھیانہ کی خبر ہے کہ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ مگر اس پر سکھوں کے کئی مذہبی پیشواؤں کے درمیان تنازع پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ گوردوارہ پربندھک کمیٹی اور مذہبی پیشواؤں کے درمیان اس مسئلہ پر ایک کانفرنس بھی ہوئی ہے۔ جس میں طے کیا گیا ہے کہ گوردوارہ پربندھک کمیٹی پندرہ روز کے اندر گرنتھ صاحب کے تبدیل شدہ متن کو واپس لینے کے لئے رسمی کارروائی مکمل کر دے گی۔ مگر اس خبر سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ گرنتھ صاحب

چندہ جلسہ سالانہ - اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد

حضور فرماتے ہیں کہ:-

"پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق متواتر کئی سالوں سے دیکھا گیا ہے کہ جو جماعتیں شروع سال میں چندہ دیتی ہیں وہ تو دے دیتی ہیں۔ اور جو شروع سال میں نہیں دیتیں ان کے ذمہ بقایا رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے سالانہ بجٹ کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کے ذمہ بھی بعض دفعہ دو سال کا چندہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جلسہ سالانہ کا چندہ ایک ایسی چیز ہے جس کے دینے کا ہمارے ملک میں سالہا سال سے رواج چلا آتا ہے۔ جلسہ سالانہ ایک اجتماع کا موقعہ ہے اور اجتماع کے موقعہ پر ہمارے ملک میں لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ امداد ضرور کرتے ہیں۔"

پس احباب جماعت کو چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی اصولاً جلسہ سالانہ سے قبل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ کے ہنگامی اخراجات بہر حال صدر انجمن احمدیہ کو اسی مد میں سے کرنے ہوتے ہیں۔ امسال جلسہ سالانہ ماہ دسمبر ۱۹۵۹ء کے وسط میں منعقد ہو رہا ہے گویا کہ ابھی کم و بیش ڈیڑھ ماہ باقی ہے۔ لہذا احباب جماعت احمدیہ اور عہدیداران مالی چندہ جلسہ سالانہ کی وصولی کی طرف خصوصیت سے متوجہ ہوں۔ چندہ جلسہ سالانہ کی اہمیت اور ضرورت پوری طرح تمام دوستوں کے ذہن نشین کرائی جائے۔ اور وصولی کے لئے خاص کوشش اور جدوجہد کی جائے۔

امید ہے کہ جملہ احباب، جماعت اور عہدیداران مالی اس طرف توجہ دے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

ادائیگی زکوٰۃ کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی ہر صاحب نصاب فرد کے لئے ضروری ہے۔ کوئی اور چندہ زکوٰۃ کا قائم مقام تصور نہیں کیا جا سکتا۔ زکوٰۃ کی سالانہ متوقع آمد کے مدنظر صدر انجمن احمدیہ قادیان اس کے مقابل پر متعدد امدادی وظائف اور موسمی امدادوں کے لئے گنجائش رکھتی ہے پس اگر زکوٰۃ کی رقوم بروقت موصول نہ ہوں تو زکوٰۃ کے منظور شدہ اخراجات کی ادائیگی میں مشکل کا پیش آنا یقینی امر ہے۔ کچھ عرصہ سے اس میں آمد بہت ہی کم ہو رہی ہے۔ لہذا جملہ صاحب نصاب احباب اور جماعتوں کے عہدیداران مالی سے توقع ہے کہ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

تقرر عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان

صوبائی مجلس عاملہ کشمیر

جملہ ممبران کی منظوری کی میعاد ۳۰/۴/۶۲ء تک ہے

۱- حکیم میر غلام محمد صاحب بارہ مولہ پورہ صوبائی امیر

۲- ماسٹر غلام محمد خان صاحب صدر جماعت شوپیاں ممبر

۳- ماسٹر غلام نبی صاحب بی۔ اے۔ سابق مبلغ کنی پورہ ممبر

۴- بخشی غلام محمد صاحب صدر جماعت سرینگر ممبر

۵- بابو غلام رسول صاحب پوسٹ ماسٹر سوپور " "

۶- مولوی عبدالواحد صاحب فاضل صدر جماعت احمدیہ آسنور ممبر

۷- مولوی نور احمد صاحب مولوی فاضل آسنور ممبر

۸- راجہ مظفر خان صاحب صدر جماعت سندرہ براری ممبر

۹- مولوی حکیم محمد سعید صاحب تبلیغ ممبر

ناظر اعلیٰ قادیان

۲- کونسے حصہ میں تبدیلی کی گئی۔ اور کیوں کی گئی؟

روشنی کے اس زمانہ میں جبکہ مذہبی کتابوں میں تبدیلی کا سلسلہ جاری ہے تو تاریکی کے زمانہ میں کتاب والوں نے اپنی مذہبی کتاب سے جو سلوک کیا گیا ہوگا۔ اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے شبہہ دنیا کی مذہبی کتابوں میں ایک قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس میں آج تک ایک شوشہ، ایک لفظ، ایک حرف، اور ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ وجہ یہ ہے کہ وہ کاغذوں سے زیادہ سینوں میں محفوظ ہے۔ کاغذ میں تبدیلی کی جا سکتی ہے مگر جو کتاب سینوں میں محفوظ ہو اس میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے قرآن ایک ہی ہیں۔ ایک ہزار سال پہلے کا قرآن بھی وہی ہے جو آج کا قرآن ہے۔ جب کیونکہ بائیبل میں ہر سال کتر بیونت ہوتی ہے اور ہر مطبوعہ بائیبل کے ٹائیٹل پیج پر ریوائزڈ ایڈیشن (نظر ثانی شدہ ایڈیشن) لکھا رہتا ہے۔ تعجب ہے کہ سکھوں سے بھی گرنتھ صاحب کو تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس کی جسے مذہبی پیشواؤں نے منظور

قابل تقلید نمونہ

فاستبقوا الخیرات

چندہ تعمیر چار دیواری بہشتی مقبرہ ملحقہ باغ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مندرجہ بالا تحریک میں جن احباب نے نقد ادائیگی اور وعدہ جات کئے تھے۔ ان کے نام پیشتر ازیں اخبار بدر مورخہ ۲۴/۹/۵۹ میں بغرض دعا شائع کرائے جا چکے ہیں۔ اس کے بعد جن دوستوں کی طرف سے اس بابرکت تحریک میں نقد وصولی یا وعدوں کی اطلاع ملی ہے ان کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حصہ لینے والے احباب کو دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

نظارت ہذا کی انفرادی تحریک کے نتیجہ میں ابھی متعدد دوستوں کی طرف سے وعدوں اور وصولی کا انتظار ہے۔ امید ہے کہ مخلصین جماعت جلد توجہ فرما کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں گے۔

(۱) مکرم محمد بشیر صاحب سہگل کلکتہ -/۵۰۰ (۲) مکرم محمد عمر صاحب سہگل کلکتہ -/۵۰۰

(۳) " سید محی الدین احمد صاحب رانچی -/۵۰۰ (ناظر بیت المال قادیان)

تقرر عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان

جملہ عہدیداران کی منظوری ۳۰ر اپریل ۱۹۶۲ء تک کے لئے ہے سوائے اس کے کہ کسی عہدہ دار کے لئے مشروط منظوری ہے۔

چارکوٹ

میاں دیدار بخش صاحب وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چارکوٹ ڈاکخانہ گھوتی تحصیل راجوری ضلع پونچھ

(نوٹ: اخبار بدر مورخہ ۲/۷/۵۹ میں شائع شدہ وائس پریذیڈنٹ صرف سیکرٹری مال ہیں۔ اور میاں دیدار بخش صاحب وائس پریذیڈنٹ ہیں)

عبدالحلیم صاحب سیکرٹری تحریک جدید و وقف جدید

کالیکٹ

ایم علی کویا صاحب وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کالیکٹ الیس مالابار کیرالہ

لکھنؤ

احمد میاں صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ لکھنؤ۔ یو۔ پی۔

مدراس

علی محی الدین صاحب سیکرٹری دعوت و تبلیغ جماعت احمدیہ مدراس۔ مشروط منظوری چھ ماہ

محمد کریم اللہ صاحب نوجوان سیکرٹری امور عامہ و خارجہ (مشروط منظوری چھ ماہ)

(ناظر اعلیٰ قادیان)

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں ختم ہے

۱۲۸۰ - مکرم میر عبدالجلیل صاحب شمو گہ (میسور)

۱۳۲ - " مولوی سید حسین صاحب ورنگل حیدرآباد

۱۴۵۹ - " سید محمد سلیمان صاحب جمشید پور (بہار)

۱۵۹۷ - " محمد سعدی اللہ صاحب احمدی چندائی (بنگال)

۱۶۰۴ - " محی الدین صاحب غوری شاد نگر۔ دکن

۱۶۷۴ - " عزیز بیگ صاحب مدراس (مدراس)

۱۷۸۳ - " مبارک احمد صاحب تانڈور۔ دکن

۱۵۲۹ - " عبدالباری صاحب احمدی بمبئی ۸

۱۲۰۷ - " پی ایچ اسمٰعیل صاحب مرکرہ۔ کورگ

۱۷۹۰ - " منصور احمد صاحب بانڈواڑہ۔ دکن

۱۸۰۰ - " شیخ عبدالرحیم صاحب سکندرآباد۔ دکن

۱۸۰۱ - " سید بشیر احمد صاحب کلکتہ (کلکتہ)

۱۸۰۳ - " مولوی فقیر الدین صاحب خوردہ (اڑیسہ)

۱۸۰۴ - مکرم شفیع احمد صاحب کلکتہ (کلکتہ)

۱۸۰۵ - " الیس۔ ولی الرحمن صاحب کٹک (اڑیسہ)

۱۸۰۷ - " ملک عبدالکریم صاحب سرینگر (کشمیر)

۱۸۰۸ - " الیس۔ اے۔ کے یوسف الدین صاحب ماجھیورہ (اڑیسہ)

۱۸۰۹ - " حاتم خان صاحب بانکا محلہ [illegible] (بہار)

۵۳۴ - " شیخ طاہر الدین صاحب کیرنگ (اڑیسہ)

۱۹۹۵ - مکرمہ خدیجہ بیگم صاحبہ [illegible]

۱۸۳۰ - مکرمی ایم۔ بارک احمد صاحب [illegible]

۸۳۱ - " عبدالغنی و عبداللطیف صاحبان [illegible]

۱۹۰۱ - " محمد عبدالمجید صاحب [illegible]

۵۵۹ - " سید منصور احمد صاحب [illegible] (اڑیسہ)

(مینیجر بدر قادیان)

خبریں

نیویارک ۱۸ر اکتوبر۔ بھارت کے وزیر دفاع شری کرشنا مینن نے آج رات کہا کہ بھارت چین کا گھمنڈ بالآخر ختم کر دے گا اور مذہبی دھمکیوں سے سرخرو ہوگا۔ وہ ایک گھنٹہ کے ٹیلی ویژن پروگرام میں چین کے متعلق خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ اس پروگرام میں انہوں نے مسز روز ویلٹ کے ساتھ ایک مہمان کے طور پر شرکت کی۔

ماسکو ۱۸ر اکتوبر۔ روس کی خبر رساں ایجنسی طاس نے اعلان کیا ہے کہ روس کے سائنٹفک ریڈیائی سٹیشن نے چاند کے ان حصوں کے فوٹو لئے ہیں جو کہ انہیں نظر نہیں آتا۔

لکھنؤ ۱۸ر اکتوبر۔ (اخبار پرتاپ میں شائع شدہ خبر) معتبر طور پر معلوم ہوا ہے کہ یو۔پی سرکار نے اپنے ملازمین کو جماعت اسلامی کے ممبر بننے کی ممانعت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ فیصلہ اس جماعت کے بعض لیڈروں کی ملک دشمن سرگرمیوں کی رپورٹوں کی بنا پر کیا گیا ہے۔ سرکاری ملازمین سے متعلق قواعد کے مطابق ملازمین سیاسی جماعتوں کے ممبر نہیں بن سکتے۔ لیکن انہیں مذہبی جماعتوں اور سنستھاؤں میں شامل ہونے کی آزادی ہے۔ لیکن اب سرکار کو ملنے والی اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ جماعت اسلامی اسلام کی تبلیغ کے علاوہ سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی ہے۔ اس کے سرکردہ لیڈروں نے پاکستان جا کر وہاں کے حکمرانوں سے ملاقاتیں کی ہیں۔ اس سارے معاملے کی تحقیقات کی جا رہی ہے۔ جماعت اسلامی کے لیڈروں نے انتہائی اشتعال انگیز تقریریں کی ہیں۔ جن سے خفیہ پولیس کی رپورٹ کے مطابق کئی جگہوں پر فرقہ وارانہ فسادات ہو سکتے ہیں۔ ایسی تقریروں کے مسجدوں اور مذہبی تقریب سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ وزیر اعظم پنڈت نہرو نے ان جماعت کی سرگرمیوں کی مذمت کی ہے۔ اور کابینہ منتریوں کو لکھا ہے کہ فرقہ پرستی پھر سر اٹھا رہی ہے۔ اور وقت آ گیا ہے۔ کہ اس کی روک تھام کی جائے ورنہ صورت حالات قابو سے باہر ہو جائے گی۔ وزیر اعظم نے اس امکان کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ فرقہ وارانہ جماعتوں پر اور خصوصاً جن کی وفاداریاں ملک سے باہر وابستہ ہوں ان پر پابندی لگائی جائے۔ اسی بارے میں وزیر اعظم نے کابینہ منتریوں کی رائے طلب کی ہے۔ یو۔پی سرکار کے ایک ترجمان نے بتایا کہ جماعت اسلامی کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جا رہی ہے۔ اگر یہ سرگرمیاں امن و انتظام کے لئے خطرناک پائی گئیں تو سرکار اس کے خلاف کارروائی کرے گی۔ سرکار ایسی جماعتوں پر پابندی لگانے میں پس و پیش نہیں کرے گی۔ ترجمان نے اعتراف کیا کہ جماعت اسلامی پاکستان سے بڑی مقدار میں لٹریچر درآمد کر سکتی ہے۔ اور اس لٹریچر کو سرکاری ملازمین میں تقسیم کیا جا رہا ہے تاکہ ان میں سرکار کے خلاف نفرت پیدا ہو۔ سرکاری ملازمین کو نہ صرف اس جماعت کے ممبر بننے کی ممانعت کی جائے گی۔ بلکہ انہیں اس کی سرگرمیوں سے بھی کوئی واسطہ رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

ڈھاکہ ۱۸ر اکتوبر۔ سرحدی جھگڑوں کے متعلق بات چیت کرنے والے بھارت اور پاکستانی ڈیپوٹیشن آج ڈھاکہ پہنچ گئے تیج گاؤں ہوائی اڈہ پر بھارتی وفد کے لیڈر سردار سورن سنگھ نے اخباری نمائندوں کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ڈھاکہ میں ہونے والی اُن کی بات چیت دہلی کی بات چیت کو آگے بڑھائے گی۔ وہ کسی سرحدی مقام کا دورہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ دورہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے کہا۔ دونوں ملکوں کے درمیان آمد و رفت میں سہولیات دینے کے متعلق بات چیت نہیں ہوئی۔ مگر ان کا انحصار ان کی بات چیت کے موجودہ رجحان پر ہے۔

ہانگ کانگ ۱۸ر اکتوبر۔ چین کے وزیر خارجہ مارشل چن۔ یی نے جو کہ چین کے ڈپٹی وزیر اعظم بھی ہیں۔ کل پیکنگ میں ایک کلچرل تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ چین اپنے پڑوسی ممالک اور ساری دنیا کے ملکوں کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتا ہے اور اس کی یہ خواہش ہے کہ دنیا میں کھچاؤ پیدا نہ ہو تاکہ چین کی تعمیر کا کام جاری رہ سکے۔ کیونکہ ایک بڑے ملک کی جس آبادی بہت زیادہ ہے۔ اپنے مسائل مکمل طور پر حل کرنے کے لئے ایک دائمی امن کی ضرورت ہے جو کہ اسی صورت میں قائم کیا جا سکتا ہے۔

سورت ۱۷ر اکتوبر۔ بمبئی کے وزیر تعلیم شری ہتیندر ڈیسائی نے پریس کانفرنس میں کہا کہ گذشتہ ماہ سورت میں جو خوفناک سیلاب آیا تھا اس سے سورت شہر اور نواحی علاقہ میں تین کروڑ سے زائد مالیت کا نقصان ہوا ہے۔ دیہاتی علاقہ میں نقصان ۲ کروڑ ۲۳ لاکھ روپیہ کا ہوا۔ اور سورت شہر میں ۸۰ لاکھ روپیہ کا۔ ۵۵ ہزار ایکڑ کے علاقہ میں ایک کروڑ ۳۰ لاکھ روپیہ کا فصلوں کا نقصان ہوا۔ تاپتی کے سیلاب سے ۲۸۰ مربع میل علاقہ میں بھاری تباہی ہوئی۔

نیویارک ۱۸ر اکتوبر۔ سمندری پانی سے نمک خارج کرنے اور اُسے پینے کے قابل بنانے کے لئے دنیا کا سب سے پہلا کارخانہ یہاں چالو ہو گیا ہے۔ اس میں پانی کو منجمد کرنے کے طریقے سے نمک کا حصہ خارج کیا جاتا ہے۔ اس کارخانے میں روزانہ ۱۵ ہزار گیلن تازہ پانی تیار ہوا کرے گا۔ امریکی کانگریس نے اس منصوبے کے لئے ایک کروڑ ڈالر منظور کئے ہیں۔ پانی کو منجمد کرنے کے طریقے سے نمک خارج کرنے میں بنیادی مسئلہ پیش آ رہا تھا کہ جو نمک یخ بستہ پانی میں جم جاتا تھا۔ اُسے کیسے الگ کیا جائے۔ اب اس مشکل پر بھی قابو پا لیا گیا ہے۔

بقیہ: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائیگا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے مگر خدا غضب میں
۲۲

سیلاب یا خدائی قہر (بقیہ)

اسی طرح ماہ اکتوبر کے ابتدائی دنوں میں مغربی بنگال میں تباہ کن سیلاب آیا اس سے مغربی بنگال کا نصف حصہ خطرناک طور پر سیلاب کی لپیٹ میں آ گیا۔ اور تقریباً ۳۰ لاکھ نفوس کو نقصان پہنچا ہے۔ ۳۰ر ستمبر و یکم اکتوبر کراچی میں بھی سیلاب سے ۳۱ اشخاص ہلاک ہوئے اور وسیع رقبہ میں فصلیں نذر آب ہو گئیں

اب ان تباہی کی خبروں پر غور کیجئے اور اس کی وجوہ و بواعث تلاش کیجئے کیونکہ ایسے طوفان اور سیلاب اپنے اندر کچھ مادی اسباب بھی رکھتے ہیں مگر ایسی لگاتار تباہ کاریوں کے پیچھے یقیناً کچھ روحانی اسباب بھی ہیں جو دنیا کی اخلاقی گراوٹ لوگوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں رحیم و کریم خدا کے غضب کو بھڑکانے کا موجب بنتے ہوں ورنہ ماں سے بڑھ کر محبت کرنیوالے اور باپ سے کہیں زیادہ شفیق خدا اپنی بے گناہ مخلوق کو کیوں عذاب دینے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دنیا اپنی اصلاح کی طرف توبہ کرے تو یقین ہے کہ ان عذابوں کا سلسلہ رک جائے چنانچہ آج سے نصف صدی پہلے خدا تعالےٰ نے اس زمانہ کے مامور و مرسل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ دنیا کو اپنی روحانی اصلاح کی طرف توجہ دلائی اور خبردار کیا کہ اگر دنیا نے اپنی اصلاح نہ کی تو ان پر ایسی عالمگیر تباہیاں منڈلا رہی ہیں جن سے چھٹکارا پانا اُس کیلئے ناممکن ہوگا۔ اور ان عالمگیر عذابوں کے ضمن میں خصوصیت سے اپنے ملک کے متعلق انذاری رنگ میں فرمایا کہ :- (بقیہ)

(بقیہ صفحہ ۲۲) دیکھا ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور

قادیان میں جماعت احمدیہ کا اڑسٹھواں سالانہ جلسہ

بتاریخ ۱۵-۱۶-۱۷ دسمبر ۱۹۵۹ء

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ قادیان میں جماعت احمدیہ کا اڑسٹھواں سالانہ جلسہ ۱۵-۱۶-۱۷ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو منعقد ہوگا۔ جملہ امراء۔ پریذیڈنٹ صاحبان و مبلغین کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس کی اطلاع جماعتوں کو پہنچا کر ابھی سے تیاری کرنا شروع کر دیں کہ زیادہ سے زیادہ دوست اس روحانی اجتماع میں شمولیت و استفادہ کے لئے قادیان تشریف لائیں

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان